

وقف کے
شرعی مسائل

مصنف

مفتی محمد قاسم قادری

دامت برکاتہم العالیہ

ناشر

صدیقی پبلشرز

فہرست

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿سبب تالیف﴾

اللہ تبارک وتعالیٰ کے خصوصی فضل وکرم سے تقریبا دو مہینے کے عرصے میں وقف کے متعلق ایک مختصر اور جامع کتاب لکھی گئی ہے۔ دینی شعبوں میں تصنیف و تالیف کا رجحان کافی زیادہ ہے۔ لیکن زیادہ تر کتابیں عقائد وفضائل سے متعلق ہوتی ہیں۔ جبکہ مذکورہ موضوعات کے ساتھ اصلاح اور مسائل کے شعبے میں بھی کتب کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ علمائے اہلسنت زید مجدھم کا اس شعبے میں معتد بہا کام موجود ہے اور مزید کتب کی تصنیف کا کام جاری ہے۔ خصوصا فتوی نویسی کے شعبے میں اہلسنت کی کثیر کتب مارکیٹ میں موجود ہیں اور ان میں آئے دن اضافہ ہو رہا ہے۔

تصنیف وتالیف کے بیسیوں شعبے ہیں جن میں ہر ایک کی اہمیت اپنی جگہ پر مسلم ہے۔ اسی طرح تصنیف وتحریر کے میدان میں لکھنے والے علماء کی قابلیت و استعداد اور علمی مقام بھی مختلف ہے۔ مزید برآں علماء کا انداز تحریر بھی مختلف ہے۔ بعض کی تحریر بہت سہل اور عام فہم ہوتی ہے جبکہ بعض کی تصنیفات سے استفادہ کرنا عوام الناس کی استعداد سے باہر ہوتا ہے اور علماء ہی ان سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ علمائے اہلسنت میں علمی اعتبار سے ماضی قریب وحال میں سب سے بلند مقام امام اہلسنت، مجدد وملت، مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کا ہے۔ آپ کی تصنیفات کی

تعداد بھی دیگر علماء سے زیادہ ہے اور اس میں علمی مواد دیگر مصنفین کی بنسبت بہت ہی زیادہ ہے۔ اس کے ساتھ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی ذات مبارک اس قدر مستند ہے کہ آپ کی تحریر پر کوئی صاحب علم شخص اعتراض نہیں کرسکتا اور آپ علیہ الرحمۃ کا قول بذات خود ایک حجت کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان تمام خوبیوں کے ساتھ ساتھ امام اہلسنت علیہ الرحمۃ کا کلام مبارک اس قدر علمی اور دقیق ہوتا ہے کہ عام اردو دان کے لئے اسے سمجھنا مشکل ہوتا ہے اور عربی و فارسی زبان جاننے والے اور قرآن و حدیث و فقہ کا اچھا مطالعہ و ذوق رکھنے والے ہی امام اہلسنت کا کلام سمجھ پاتے ہیں۔ اس امر کے پیش نظر علماء اہلسنت نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی کتب کی تسہیل کا کام شروع کیا ہے۔ الحمد للہ راقم بھی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی چند انتہائی دقیق کتابوں کی تسہیل کا کام کر چکا ہے۔ جن میں الفضل الموہبی اور الیاقوتۃ الواسطۃ اور مقال العرفاء شامل ہیں۔

زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے لیکن اس کا انداز پہلی کتابوں سے بالکل مختلف ہے۔ کتاب ہذا لکھنے میں پہلے نیت یہ تھی کہ وقف جیسے اہم ترین مسئلے میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کی تحقیقات کا خلاصہ سوال و جواب کی شکل میں آسان الفاظ میں لکھ دیا جائے۔ اس مقصد کے پیش نظر فتاوی رضویہ کی سولہویں جلد سے بھرپور استفادہ کیا گیا کیونکہ فتاوی رضویہ کی یہ جلد بطور خاص وقف کے مسائل کے بارے میں ہے۔ لیکن اس کے علاوہ فتاوی رضویہ کی تقریبا تمام جلدوں میں وقف کے چیدہ چیدہ مسائل موجود ہیں وہاں سے بھی جزئیات کو نقل کیا

گیا ہے۔ اہلسنت کی عظیم درس گاہ جامعہ نظامیہ لاہور میں قائم ''رضا فاؤنڈیشن'' کی محنتوں سے فتاوی رضویہ سے مسائل اخذ کرنا نہایت آسان ہو گیا ہے۔

جب اس کام کو شروع کیا تو ایک اور چیز کی طرف ذہن متوجہ ہوا۔ وہ یہ کہ وقف کے مسائل کی اہمیت کے پیش نظر اگر دیگر علمائے اہلسنت کے فتاوی کا خلاصہ بھی نقل کر دیا جائے تو مفید رہے گا۔ چنانچہ اس خیال کے بعد اہلسنت کے مارکیٹ میں موجود تمام فتاوی کے کتاب الوقف کا بالاستیعاب مطالعہ کیا اور ان کے خلاصے بھی نقل کر دیے۔ اس وقت یہ کتاب فتاوی کی تقریبا ایک درجن کتب کے مسائل پر مشتمل ہے۔

جن کتابوں کے مسائل اس کتاب میں ذکر کیے گئے ہیں ان کے اسماء یہ ہیں: (۱) فتاوی رضویہ، (۲) فتاوی امجدیہ، (۳) فتاوی ملک العلماء، (۴) فتاوی مصطفویہ، (۵) فتاوی حامدیہ، (۶) فتاوی بریلی، (۷) فتاوی نوریہ، (۸) فتاوی اجملیہ، (۹) فتاوی فقیہ ملت، (۱۰) فتاوی نعیمیہ، (۱۱) حبیب الفتاوی، (۱۲) وقار الفتاوی، (۱۳) فتاوی شامی (۱۴) بہار شریعت۔

کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے چند امور پیش نظر رہیں: (۱) ہر جگہ صفحہ اور جلد کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ (۲) مکمل عبارتیں نقل کرنے کی بجائے احتیاط کے ساتھ عبارتوں کا خلاصہ نقل کیا ہے۔ (۳) زیادہ تر مسائل فتاوی رضویہ اور بہار شریعت سے لئے گئے ہیں۔ (۴) جو مسائل فتاوی رضویہ اور کسی دوسری کتاب مذکور ہیں ان میں صرف فتاوی رضویہ سے لیا گیا ہے۔ (۵) بعض جگہوں میں اختلاف کی صورت

میں فتاویٰ رضویہ کا قول اختیار کیا گیا ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں تقریباً دو مہینے صرف ہوئے ہیں۔ اور دورانِ تصنیف متعدد احباب کی بھرپور معاونت حاصل رہی بلکہ بلا مبالغہ حقیقت حال یہ ہے کہ مجھ سے زیادہ محنت معاونین نے کی ہے۔

ان حضرات میں تین کا بطور خاص شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اگر ان کا تعاون نہ ہوتا تو یہ کتاب شاید منظر عام پر نہ آتی۔

☆ محمد نعمان قادری کا کمپوزنگ اور دیگر امور کے حوالے سے بہت شکر گزار ہوں۔ کتاب کی اکثر کمپوزنگ موصوف نے کی اور انتہائی برق رفتاری سے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

☆ کتاب کی تزیین و آرائش اور پروف ریڈنگ کے حوالے سے حضرت مولانا خواجہ وقار احمد چشتی زید مجدہٗ کا شکر گزار ہوں۔ موصوف نے دن رات محنت کر کے کتاب کے حسن کو دوبالا کیا ہے اور کئی امور میں بہت اہم مشوروں سے نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل و عمر میں اضافہ فرمائے۔ (آمین)

☆ مسائل کی ترتیب کے حوالے سے مولانا محمد عابد قادری عطاری (خانپور) کا شکر گزار ہوں۔ کتاب کی تصنیف میں شروع سے آخر تک ان کا تعاون شامل رہا۔ بلکہ راقم کی اکثر و بیشتر کتب میں مولانا موصوف کا تعاون حاصل رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے علم و عمل میں اضافہ فرمائے۔ (آمین)

مسائل کے حوالے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تحقیقات کو آسان انداز میں

پیش کرنے کی یہ ایک معمولی سی کوشش ہے۔علمائے اہلسنت کی خدمت میں گزارش ہے دوران مطالعہ شرعی اعتبار سے جو غلطی پائیں بذریعہ خط مطلع فرمائیں اور علماء وعوام اہلسنت کی خدمت میں گزارش ہے کہ اپنے مشوروں سے نوازتے رہیں اور راقم کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور بالخصوص علم وعمل میں برکت وعافیت اور خاتمہ بالخیر کی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

محمد قاسم قادری

30 مارچ 2006ء

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿مقدمہ﴾

(از حضرت علامہ مولانا عاصم یٰسین زید مجدہٗ)

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسول اللہ ﷺ اما بعد:

اما بعد: اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ﴾

"بے شک اللہ کے ہاں اسلام ہی دین ہے"۔

(کنزالایمان)

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ دین محمدی کے سوا تمام دین باطل ہیں بعض وہ ہیں جو پہلے سے ہی باطل تھے جیسے مشرکین کا دین وغیرہ اور بعض وہ جو پہلے حق تھے اب منسوخ ہو کر باطل ہو گئے جیسے یہودیت نصرانیت وغیرہ لہذا اب اگر کوئی دین اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ومحبوب ہے تو وہ صرف دین اسلام ہے اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾

"اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا"

آج اگر کوئی دین اسلام کو چھوڑ کر کسی اور دین کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا مقرب اور محبوب بننا چاہتا ہے تو اس کا وہم وخیال ہے قرآن پاک میں صاف ارشاد

ہوتا ہے۔ " ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه " اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔ اب جبکہ دنیا میں حق دین صرف اسلام ہی ہے اور قیامت تک یہی حق رہے گا تو ضرور ہے کہ یہ ایسا جامع دین ہو کہ قیامت تک انسانیت کو پیش ہونے والے تمام مسائل میں شرعا لوگوں کی رہنمائی کرے اور کوئی گوشہ تشنہ باقی نہ رہنے دے جب اس بات پر غور کرتے ہیں تو قرآن پاک کی یہ آیت مبارکہ ہمارے ذہنوں میں آتی ہے:

﴿ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ﴾

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرمادیا ہے کہ آج میں نے تمھارے لئے تمہارا دین کامل کردیا ہے یعنی ان اصولوں کو مکمل کر کے اس کو ایسا کامل ضابطہ حیات بنادیا گیا ہے جو رہتی دنیا تک دین اور دنیا کے ہر شعبے میں اپنے ماننے والوں کی فلاح و بہبود کا ضامن ہے چنانچہ آئندہ زمانے میں اب جتنے بھی مسائل پیش آئیں گے وہ دین کے انہی اصولوں سے حل ہوں گے انہی اصولوں کے مطابق مختلف شعبہ ہائے زندگی کے ضروری مسائل کو علمائے کرام اور فقہاء عظام نے کتابوں میں جمع کردیا ہے اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ان مسائل کا علم حاصل کر کے ان پر عمل کیا جائے حدیث پاک میں آیا ہے:

"طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة"

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے"۔

ظاہر ہے کہ اس کا مطلب یہ تو نہیں ہوسکتا کہ تمام علوم کو حاصل کرنا ہر

مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے کیونکہ اول تو علوم کی تعداد شمار سے باہر ہے پھر یہ کہ علم کی وسعت اس قدر ہے کہ اس کا احاطہ ناممکن تو اگر تمام علوم کا حاصل کرنا فرض قرار دیا جائے تو یہ تکلیف مالا یطاق ہوگی یعنی ایسا حکم ہوگا جس کا پورا کرنا انسان کی طاقت وقدرت سے باہر ہوگا اور شریعت ہرگز ہرگز کوئی ایسا حکم نہیں دیتی جو انسان کی قوت واستطاعت سے باہر ہو اسی وجہ سے علماء نے فرمایا کہ ہر مسلمان کے لیے اتنے علم کا حصول ضروری ہے جو اس کی ضروریات کو کافی ہو تا کہ وہ اللہ تعالی کی فرمانبرداری کرسکے اور اسکی نافرمانی سے بچ کر اللہ تعالی کی رضا حاصل کرسکے جو مسلمان کا مقصود اصلی ہے چنانچہ زندگی کے جتنے شعبے ایک مسلمان کے ساتھ وابستہ ہوں گے اس پر اتنے شعبوں کے ضروری مسائل کو جاننا لازم ہوگا مثال کے طور پر ایک شخص تجارت کرتا ہے تو اس پر تجارت کے ضروری مسائل کا جاننا ضروری ہے تا کہ وہ ناجائز بیع وشراء کا مرتکب ہو کر اللہ رب العالمین کی نافرمانی میں مبتلا نہ ہو جائے یہی وجہ ہے کہ فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے حکم فرمادیا تھا کہ ہمارے بازار میں وہی خرید وفروخت کریں جو دین میں فقیہ ہوں" رواہ الترمذی۔

انہیں زندگی کے شعبوں میں سے ایک اہم شعبہ وقف بھی ہے جس کا مسلمانوں کی زندگیوں سے بہت گہرا تعلق پایا جاتا ہے اور یہ شعبہ صرف دینی طبقہ کے لوگوں ہی سے متعلق نہیں بلکہ دیگر لوگوں کی زندگیوں سے بھی بہت گہرا تعلق رکھتا ہے اسلیے کہ جہاں مساجد، عیدگاہوں، جنازہ گاہوں وغیرہ کے لئے اراضی اور اشیاء وقف کی جاتی ہیں وہیں ہسپتالوں، فلاحی اداروں، پانی کی سبیلوں، اسکولوں وغیرہ کے لئے بھی

زمینیں اور دیگر اشیاء وقف کی جاتی ہیں اور پھر ایسا بھی نہیں ہوتا کہ واقفین (وقف کرنے والے) صرف دینی طبقہ کے افراد ہوں بلکہ بہت سارے دیگر صاحب ثروت لوگ بھی جگہیں ضروری ساز و سامان اور اشیاء وقف کرتے ہیں اب اگر واقف وقف کے مسائل سے آگاہ نہ ہو تو بعض اوقات ایک ایسا کام جو وہ ثواب کی نیت سے کرتا ہے الٹا اسکے لیے عذاب کا سبب بن جاتا ہے اسی طرح وقف کے مال کو استعمال کرنے والے لوگ بھی وقف کے مسائل سے عدم واقفیت کی بناء پر طرح طرح کے گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں لہٰذا اوقاف سے کسی بھی طرح متعلقہ لوگوں کو خصوصاً اور تمام لوگوں کو عموماً وقف کے مسائل کو ضرور جاننا چاہیے۔

الحمدللہ عزوجل وقف جیسے اس نیک مقصد میں لوگوں کو شرعی غلطیوں سے بچانے کیلئے جناب مولانا مفتی محمد قاسم صاحب زید مجدہم نے وقف کے مسائل پر ایک نہایت جامع کتاب ترتیب دی ہے جو کہ عام لوگوں، دینی طلباء کے ساتھ ساتھ علمائے کرام کے لئے بھی بہت مفید ہے اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور تمام مسلمانوں میں اس کتاب کے نفع کو عام فرمائے اور مفتی صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کے علم و عمل میں مزید برکتیں عطا فرمائے اور ان کو ایسی گراں قدر تالیفات و تصنیفات کی مزید توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ　　　وعلی آلک واصحابک یاحبیب اللہ

سوال: وقف کا کیا معنیٰ ہے؟

جواب: وقف کے یہ معنی ہیں کہ کسی شے کو اپنی ملک سے خارج کر کے خالص اللہ عزوجل کی ملک کر دینا اسطرح کہ اُسکا نفع بندگانِ خُدا میں سے جس کو چاہے ملتا رہے۔

سوال: مسجد، مدرسہ، پانی کی سبیل وغیرہ میں کون سی چیز کا وقف زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟

جواب: وقف ایک صدقہ جاریہ ہے کہ واقف (وقف کرنے والا) ہمیشہ اس کا ثواب پاتا رہے گا اور سب میں بہتر وہ وقف ہے جس کی مسلمانوں کو زیادہ ضرورت ہو اور جس کا زیادہ نفع ہو مثلاً کتابیں خرید کر کتب خانہ بنایا اور وقف کر دیا کہ ہمیشہ دین کی باتیں اسکے ذریعہ معلوم ہوتی رہیں گی۔ اور اگر وہاں مسجد نہ ہو اور اسکی ضرورت ہو تو مسجد بنوانا بہت ثواب کا کام ہے اور علم دین کی تعلیم کے لئے مدرسہ کی ضرورت ہو تو مدرسہ قائم کر دینا اور اس کے انتظامات کو چلانے کے لئے جائداد وقف کرنا تاکہ کہ ہمیشہ مسلمان اس سے فیض پاتے رہیں نہایت اعلیٰ درجہ کا نیک کام ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص اپنی صحت کے زمانے میں اپنی تمام جائیداد کو مسجدوں اور مدرسوں پر وقف کر دے اور اولاد کے لئے وراثت کے طور پر کچھ نہ

چھوڑے تو اس کا یہ فعل درست ہے؟

جواب: وقف تو درست ہے لیکن اگر اس کی نیت ورثاء کو محروم کرنے کی ہے تو گناہگار ہوگا۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''اُسے اپنی صحت میں وقف کا اختیار ہے جس طرح وقف کرے گی کل یا بعض وقف ہو جائے گا مگر نیت یہ ہے کہ بہنوں کو ترکہ سے محروم کرے تو یہ اگرچہ حق العبد میں گرفتار نہیں کہ صحت مورث میں کسی وارث کو کوئی حق اس کے مال سے متعلق نہیں ہوتا مگر ایسی نیت ضرور مذموم وسخت شنیعہ ہے، حدیث میں ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

" من فر من میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ "

''جو بلا وجہ شرعی اپنے وارث کی میراث سے بھاگے اللہ تعالیٰ جنت سے اس کا حصہ قطع کر دے۔''

(سُنن ابن ماجہ باب الحیف فی الوصیۃ ادارہ احیاء السنتہ النبویہ سرگودھا ص ۱۹۸)

(فتاوی رضویہ، جلد ۱٦، صفحہ ۲۵۱)

سوال: مسجد ومزار اولیاء وخانقاہ ومدرسہ وکنواں اور دیگر کاموں میں سب سے زیادہ ثواب کس کے بنانے میں؟

جواب: جس کی زیادہ ضرورت ہو اس میں زیادہ ثواب ہے۔

(فتاوی خیریہ ج ۱ ص ۱۳٤۔ کتاب الوقف)

سوال: وقف کے لئے کس قسم کے الفاظ کا ہونا ضروری ہے؟

جواب: وقف کے لئے مخصوص الفاظ ہیں جن سے وقف صحیح ہوتا ہے مثلاً میری یہ جائداد صدقہ موقوفہ ہے کہ ہمیشہ مساکین پر اس کی آمدنی صرف ہوتی رہے یا اللہ تعالیٰ کی لئے میں نے اسے وقف کیا۔ مسجد یا مدرسہ یا فلاں نیک کام پر میں نے وقف کیا یا فقراء پر وقف کیا۔ اس چیز کو میں نے اللہ کی راہ کے لئے کردیا۔

سوال: کیا وقف کرتے ہوئے یہ کہنا ضروری ہے کہ میں نے یہ جگہ ہمیشہ کے لئے وقف کی؟

جواب: ہمیشہ کا لفظ بولنا تو ضروری نہیں البتہ یہ ضروری ہے کہ وقف ہمیشہ کے لئے ہو۔ لہٰذا اگر ہمیشہ کا لفظ نہ بولا تو بھی وقف ہمیشہ کے لئے ہی ہوگا۔ بہار شریعت میں ہے:

"(وقف کی شرائط میں سے ایک شرط ہے) تابید یعنی ہمیشہ کے لئے ہونا مگر صحیح یہ ہے کہ وقف میں ہمیشگی کا ذکر کرنا شرط نہیں یعنی اگر وقف مؤبد (دائمی) نہ کہا جب بھی مؤبد (دائمی) ہی ہے اور اگر مدت خاص کا ذکر کیا مثلاً میں نے اپنا مکان ایک ماہ کے لئے وقف کیا اور جب مہینہ پورا ہو جائے تو وقف باطل ہو جائیگا تو یہ وقف نہ ہوا اور ابھی سے باطل ہے۔"

سوال: کسی جگہ کو وقف کرنے کے لئے اس کا باقاعدہ وقف نامہ بنوانا ضروری ہے یا صرف زبان سے کہہ دینا کافی ہے؟

جواب: وقف کے لیے کتابت ضروری نہیں زبانی الفاظ کافی ہیں۔

فتاوی خیریہ میں ہے:

"اما اشتراط کونہ یکتب فی حجة ویقید فی سجلات فلیس بلازم شرعا ومخالف للموضوع الشرعی فان اللفظ بانفرادہ کاف فی صحة ذلک شرعا والزیادة لایحتاج الیھا"

"یہ شرط لگانا کہ جہت وقف لکھی جائے اور دفتری کتب میں لکھائی جائے تو یہ شرط شرعا لازم نہیں بلکہ شرعی طریقہ کے مخالف ہے کیونکہ صرف لفظی طور پر کہہ دینا کافی ہے اوراس سے زائد شرعا کوئی ضروری نہیں۔"

(فتاوی خیریة، کتاب الوقف، دار المعرفة، بیروت، ج۱، ص ۲۱۶) (فتاوی رضویہ، جلد ۱۶، صفحہ۱۲۹)

سوال: اگر سرکاری کاغذات سے کسی پلاٹ کے بارے میں پتہ چلے کہ یہ وقف کی جگہ ہے تو کیا اس بنا پر اس کو وقف مانا جاسکتا ہے اور اس کی خرید وفروخت ممنوع ہوگی یا نہیں؟

جواب: وہ جگہ وقف شمار کی جائیگی اور اسے بیچنا ممنوع ہوگا۔ فتاوی رضویہ میں ہے:

"لووجد فی الدفاتران المکان الفلانی وقف علی المدرسة الفلانیة مثلا یعمل بہ من غیر بینة وبذلک یفتی مشایخ الاسلام کماھو مصرح بہ فی بھجة عبداللہ افندی وغیر ھا فلیحفظ."

"اگر رجسٹروں میں مندرج ہے کہ فلاں مکان فلاں مدرسہ پر وقف ہے تو گواہوں کے بغیر اس پر عمل کیا جائے گا، اسی پر مشائخ اسلام نے فتوی دیا جیسا کہ عبداللہ آفندی کی بہجہ وغیرہ میں تصریح کی گئی ہے، اس کو محفوظ کرلینا چاہیے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۶، صفحہ۴۹۶)

سوال : اگر کسی شخص نے اپنا مکان کرایہ پر دیا ہوا ہو اور وہ اسی حالت میں وقف کر دے تو وقف ہو جائے گا؟

جواب : ایسا مکان وقف ہو جائے گا کیونکہ وقف کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ کرایہ وغیرہ سے خالی ہو۔ لہٰذا جب کرایہ کی مدت ختم ہو جائے گی یا کرایہ پر دینے اور لینے والوں میں سے کسی کا انتقال ہو جائے گا تو اجارہ ختم ہو جائے گا اور وہ مکان وقف کے کام میں آئے گا۔

سوال : اگر ایک زمین دو آدمیوں میں مشترک ہے یعنی اس کے دو مالک ہیں، تو کیا ان میں سے ایک اپنے حصے کو وقف کر سکتا ہے؟

جواب : ایسی جگہ کو مشاع کہتے ہیں اور مشاع چیز وقف کر دینا صحیح ہے۔ لیکن اس طرح کے وقف میں دوسرے شریک کا حصہ ختم نہیں ہو جاتا۔ اور مناسب یہ ہے کہ تقسیم کرنے کے بعد ہی وقف کیا جائے تا کہ بعد میں کسی قسم کی پیچیدگی باقی نہ رہے، اور یہ بھی یاد رہے کہ مسجد یا قبرستان کے لئے مشاع کا وقف درست ہی نہیں۔ ہاں اگر مشترکہ جگہ کو باقاعدہ تقسیم کر دیا جائے اور پھر کوئی اپنے حصے کو مسجد یا قبرستان کے لئے وقف کر دے تو درست ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

سوال : دو آدمیوں کے درمیان زمین مشترک ہے اور وہ دونوں اسے وقف کرنا چاہتے ہیں لیکن ہر ایک جدا جدا چیز پر وقف کرنا چاہتے ہیں۔ کیا ایسا وقف درست ہے؟

جواب : صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"دو شخصوں میں زمین مشترک تھی اور دونوں نے اپنے حصے وقف کردیئے خواہ دونوں نے ایک ہی مقصد کے لئے وقف کئے یا دونوں کے دو مختلف مقصد ہوں، مثلاً ایک نے مساکین پر صرف کرنے کے لئے (وقف کیا اور) دوسرے نے مدرسہ یا مسجد کے لئے اور دونوں نے الگ الگ اپنے وقف کا متولی مقرر کیا یا ایک ہی شخص کو دونوں نے متولی بنایا یا ایک شخص نے اپنی کل جائداد وقف کی مگر نصف ایک مقصد کے لئے اور نصف دوسرے مقصد کے لئے یہ سب صورتیں جائز ہیں۔"

سوال : وقف کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب : وقف تین قسم کا ہوتا ہے: صرف غریبوں کے لئے وقف ہو جیسے کسی جائیداد کی آمدنی فقیروں پر خیرات کی جاتی رہے یا اغنیاء (امیروں) کے لئے پھر فقراء کے لئے۔ مثلاً نسل در نسل اپنی اولاد پر وقف کیا اور یہ ذکر کردیا کہ اگر میری اولاد میں کوئی نہ رہے تو اسکی آمدنی غریبوں پر خرچ کی جائے یا امیروں اور غریبوں دونوں کے لئے جیسے کنواں، مسافر خانہ، قبرستان، پانی پلانے کی سبیل، پل، مسجد کہ ان چیزوں کا وقف غریبوں کے ساتھ خاص نہیں ہوتا لہٰذا اگر غریبوں کی صراحت نہ بھی کی جائے تب بھی ان چیزوں سے اغنیاء فائدہ اُٹھا سکتے ہیں اور ہسپتال پر جائداد وقف کی کہ اسکی آمدنی سے مریضوں کو دوائیں دی جائیں تو اس دوا کو امراء اس صورت میں استعمال کرسکتے ہیں جب واقف (وقف کرنے والے) نے سب کی

اجازت دیدی ہو کہ جو بیمار آئے اُسے دوا دی جائے یا امیروں پر خرچ کرنے کا بھی صاف لفظوں میں ذکر کردیا ہو کہ امیر وغریب دونوں کو دوائیں دی جائیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"فی الدر المختار الوقف علی ثلثة اوجه اما للفقراء او للاغنياء ثم للفقراء او يستوی فيه الفريقان كرباط و خان ومقابرو سقايات و قناطر و نحو ذلك كمساجد و طواحين و طست لاحتياج الكل لذلك"

"درمختار میں ہے کہ وقف تین طرح ہوتا ہے: فقراء کے لئے یا پہلے اغنیاء کے لئے اور پھر فقراء کے لئے یا دونوں کے لئے مساوی، جیسے سرائے، تکیہ، قبرستان، سبیلیں، اور خیمے وغیرہ۔ مثلاً مساجد، چکیاں اور برتن کیونکہ یہ تمام لوگوں کی ضروریات ہیں۔"

(درمختار کتاب الوقف، مجتبائی دھلی، ج۱، ص۳۸۶) (فتاوی رضویہ، ج۱۶، ص۲۴۷)

◉ سوال: کن کن چیزوں کو وقف کیا جاسکتا ہے؟

✿ جواب: مسئلے کا جواب سمجھنے سے پہلے ایک تمہید سمجھ لیں وہ یہ کہ اشیاء کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) اشیاء منقولہ (۲) اشیاء غیر منقولہ۔ اشیاء منقولہ سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاسکتا ہے۔ جیسے کاغذ، قلم، کمپیوٹر، ٹیلی فون، پنکھے، صفیں، مائیک، اسپیکر وغیرہ اور اشیاء غیر منقولہ سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ کیا جاسکتا ہو جیسے زمین، مکان۔ اشیاء غیر منقولہ یعنی زمین اور مکان میں سے ہر ایک کو وقف کیا جاسکتا ہے۔ البتہ اشیاء منقولہ

کے بارے میں حکم یہ ہے کہ یا تو وہ کسی منقول کے تابع ہوں جیسے کھیت وقف کیا تو اس کے ساتھ ہل، بیل، بیل کی رسی وغیرہ کو بھی وقف کر دیا۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ ایسی منقول اشیاء کا وقف کیا جائے کہ لوگوں کے درمیان جن چیزوں کو وقف کرنے کا رواج ہے کیونکہ جن کے وقف کا رواج ہے ان کو وقف کیا جا سکتا ہے اور جن کو وقف کرنے کا رواج نہیں ان کو وقف بھی نہیں کیا جا سکتا ہے ہاں اگر آئندہ کبھی کسی منقولی چیز میں لوگوں کا رواج ہو جائے تو اسے بھی وقف کیا جا سکے گا۔ جیسے کسی زمانے میں کمپیوٹر وقف کرنے کا رواج نہیں تھا تو اسے وقف بھی نہیں کر سکتے تھے اور اب جبکہ اس کا رواج ہو گیا تو اسے وقف کرنا بھی درست ہو گیا۔ بہار شریعت میں ہے:

''بعض وہ چیزیں جن کے وقف کا رواج ہے یہ ہیں۔ مردہ لے جانے کی چارپائی اور جنازہ پوش، میت کے غسل دینے کا تخت، قرآن مجید، کتابیں، دیگ، دری، قالین، شامیانہ، شادی اور برات کے سامان کہ ایسی چیزوں کو لوگ وقف کر دیتے ہیں کہ اہل حاجت ضرورت کے وقت اِن چیزوں کو کام میں لائیں پھر متولی کے پاس واپس کر جائیں۔ یونہی بعض مدارس اور یتیم خانوں میں سرمائی (سردیوں کے) کپڑے اور لحاف گدے وغیرہ وقف کر کے دیدیے جاتے ہیں کہ جاڑوں میں طلبہ اور یتیموں کو استعمال کے لئے دے دیے جاتے ہیں اور جاڑے نکل جانے کے بعد واپس لے لئے جاتے ہیں۔''

سوال: فی زمانہ کن کن اشیاء منقولہ کو وقف کیا جاتا ہے؟

جواب: ایسی بیشمار چیزیں ہیں، بعض ان میں سے یہ ہیں:

۱: قرآن پاک، ۲: دینی کتابیں، ۳: ان کو رکھنے کے لیے الماریاں، ۴: قرآن شریف

رکھنے کی رحل، ۵: مصلے، ۶: دریاں، ۷: گھڑیاں، ۸: پنکھے، ۹: ٹیوب لائٹ، ۱۰: اذان ونماز وغیرہ کے لیے مائیک، ۱۱: چپل رکھنے کے ڈبے، ۱۲: کرسیاں، ۱۳: فون، ۱۴: پردے، ۱۵: کولر، ۱۶: پانی ٹھنڈا کرنے کی مشین، ۱۷: بیت الخلاء کے لیے لوٹے، ۱۸: کمپیوٹر، ۱۹: ٹیبل، ۲۰: بڑی مساجد میں بیت الخلاء کے لیے چپلیں، ۲۱: مدارس میں کھانے کے برتن، ۲۲: دیگیں، ۲۳: پکانے کے لیے چولہے، ۲۴: قالین، ۲۵: جنریٹر، ۲۶: گیس بتی، ۲۷: گلاس، ۲۸: ٹوپیاں، ۲۹: چندا ڈالنے کے لیے نصب کیے ہوئے ڈبے، ۳۰: بلیک بورڈ، ۳۱: جگ، ۳۲: ٹوپیاں رکھنے کے لیے ڈبہ، ۳۳: فانوس، ۳۴: میت گاڑی، ۳۵: میت اٹھانے کے لیے ڈولا، ۳۶: میت کو نہلانے کا تختہ، ۳۷: موٹر، ۳۸: گیزر، ۳۹: ڈائریاں، ۴۰: بنا بنایا منبر، ۴۱: مدارس میں کپڑے دھونے کی مشینیں، ۴۲: اسپتال میں مریضوں کے لیے بستر خصوصا مدارس کیلیے، ۴۳: پانی کی موٹر، ۴۴: تسبیحات، اس کے علاوہ بھی سینکڑوں چیزیں ہیں۔

◉ سوال : کیا باغات اور کھیتوں کو مسجد یا مدرسے یا یتیم خانے یا کسی دوسرے کام کے لئے وقف کیا جا سکتا ہے؟

○ جواب : باغات وغیرہ کو بھی وقف کیا جا سکتا ہے البتہ اگر کسی نے باغ وقف کیا اور اس وقت باغ میں پھل لگے ہوئے ہیں تو وہ پھل وقف نہیں ہوں گے البتہ آئندہ کے پھل وقف ہوں گے۔ چنانچہ بہار شریعت میں ہے:

"کسی نے کہا میں نے اپنے باغ کی پیداوار وقف کی یا اپنی جائداد کی آمدنی وقف کی تو وقف صحیح ہو جائے گا کہ مراد باغ کو وقف کرنا یا جائداد کو وقف کرنا ہے لہذا اگر باغ میں اس وقت پھل موجود ہیں تو یہ پھل وقف میں داخل نہ ہونگے۔"

◉ **سوال :** اگر کوئی آمدنی والی چیز وقف کی کہ اس کی آمدنی کو پانی کی سبیل یا غریب بچیوں کے جہیز یا مردوں کے کفن دفن میں خرچ کی جائے تو یہ وقف درست ہے یا نہیں؟

✪ **جواب :** یہ وقف بالکل درست ہے بلکہ بہت ثواب کا کام کہ پانی پلانا، غریبوں کی امداد کرنا، مردوں کے کفن دفن کا انتظام کرنا سب اعلی درجے کے نیکی کے کام ہیں۔

◉ **سوال :** کیا سڑک بنا دینا یا پل بنا دینا بھی وقف میں آتا ہے؟

✪ **جواب :** دونوں چیزیں وقف میں داخل ہیں جبکہ ان کو وقف کر دیا ہو۔

◉ **سوال :** کسی شے کو وقف کرنے کے لئے کن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے؟

✪ **جواب :** کسی چیز کو وقف کرنے کی درج ذیل شرطیں ہیں:

☆ وقف کرنے والا پاگل نہ ہو۔

☆ وقف کرنے والا بالغ ہو۔

☆ آزاد ہو۔

☆ جس کام کے لئے وقف کیا ہے وہ حقیقتاً بھی ثواب کا کام ہو اور وقف کرنے والے کے مذہب میں بھی ثواب کا کام ہو۔ جیسے فقیروں پر وقف کرنا۔

☆ وقف کرتے وقت وہ چیز وقف کرنے والے کی ملکیت میں ہو۔

☆ جس نے وقف کیا قاضی نے اس کی کم عقلی یا قرضوں کی زیادتی کی وجہ سے اس کی خرید وفروخت اور دیگر اختیارات پر پابندی نہ لگادی ہو۔

☆ جو شے وقف کی گئی اور جس پر وقف کی گئی دونوں معلوم ہوں۔ مجہول نہ ہوں۔

☆ وقف کو کسی شرط پر معلق نہ کیا ہو۔

☆ وقف کرنے والے نے یہ شرط نہ لگائی ہو کہ واقف کو وقف کی جائیداد بیچ کر قیمت خرچ کرنے کا اختیار ہوگا۔ یونہی یہ شرط کہ جس کو میں چاہوں گا ہبہ کردوں گا یا جب مجھے ضرورت ہوگی اسے رہن رکھدوں گا غرض ایسی شرط جس سے وقف کا خاتمہ ہوتا ہو وقف کو باطل کردیتی ہے۔

☆ وقف ہمیشہ کے لئے ہو۔

☆ وقف آخر کار ایسی جہت کے لئے ہو جس میں ختم ہونے کی صورت نہ ہو مثلاً کسی نے اپنی جائداد اپنی اولاد پر وقف کی اور یہ ذکر کردیا کہ جب میری اولاد کا سلسلہ نہ رہے تو مساکین پر یا نیک کاموں میں صرف کی جائے تو وقف صحیح ہے کہ اب ختم ہونے کی کوئی صورت نہ رہی۔

سوال : اگر کوئی بچہ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے اپنی جائیداد میں سے کچھ زمین مسجد بنانے کے لئے دیدے تو اس سے زمین لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب : مسجد بنانے کے لئے زمین دینا ایک قسم کا صدقہ ہے اور بچہ اپنے مال کو صدقہ کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ لہٰذا اگر کوئی بچہ مسجد کے لئے اپنی ملکیتی زمین دے تو اسے لینا جائز نہیں۔ بلکہ اگر اس کا کوئی شرعی سرپرست ہو تو اسے اطلاع دے کر بچے کو اس سے روک دیا جائے اور اگر مسجد کے لئے وہ جگہ بہت مناسب ہو یا اسے حاصل کرنا ضروری ہو تو قیمت دیکر وہ جگہ لی جاسکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جب مسجد نبوی کے لئے زمین لینے کا ارادہ فرمایا تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یہ زمین دو یتیم بچوں کی ہے اور وہ بچے بغیر قیمت کے مسجد کے لئے زمین دینے کو تیار ہیں۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے منع فرمادیا اور پھر قیمت ادا کر کے وہ زمین لی۔

(مدارج النبوۃ، جلد۲، ص۹۸)

سوال : ایک شخص کی ایک زمین خریدنے کے بارے میں بات چیت چل رہی ہے لیکن ابھی خریدی نہیں تو کیا اس جگہ کو وقف کیا جاسکتا ہے؟

جواب : کسی چیز یا جگہ کو وقف کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی اس کا مالک ہو۔ مالک بننے سے پہلے وقف درست نہیں ہوتا۔ لہٰذا اگر کسی جگہ یا چیز کے بارے میں ابھی صرف بات چیت چل رہی ہے اور اسے خریدا نہیں تو اسے وقف بھی نہیں کرسکتے اور اگر اس حالت میں وقف کردیا تو وقف نہ ہوگا۔ لہٰذا بعد میں مالک بننے کی صورت میں اگر یہ اس جگہ کو اپنی ذاتی کاموں میں استعمال کرے اور جس کام

کے لئے وقف کیا تھا اس کام کے لئے نہ دے تو جائز ہے۔ بہار شریعت میں ہے:

"وقف کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ) وقف کے وقت وہ چیز واقف کی ملک ہو۔ اگر وقف کرنے کے وقت اُسکی ملک نہ ہو بعد میں ہو جائے تو وقف صحیح نہیں مثلاً ایک شخص نے مکان یا زمین غصب کر لی تھی اسے وقف کر دیا پھر مالک سے اُس کو خرید لیا اور ثمن بھی ادا کر دیا یا کوئی چیز دے کر مالک سے مصالحت (باہم صلح) کر لی تو اگرچہ اب مالک ہو گیا ہے مگر وقف صحیح نہیں کہ وقف کے وقت مالک نہ تھا۔"

◉ سوال: ایک شخص کا لڑکا گم ہو گیا۔ اس نے کہا کہ اگر میرا بچہ مل جائے تو میرا گھر مسجد کے لئے وقف ہے۔ اب اس کا بچہ مل گیا اور لوگ اس کے گھر کو مسجد بنانے لگے تو اس نے انکار کر دیا۔ کیا ایسی صورت میں قانونی کاروائی کے ذریعے یا زبردستی اس سے اس کا مکان لیا جا سکتا ہے؟

جواب: اس شخص کے مکان کو مسجد بنانا جائز نہیں کہ اس نے جو وقف کیا تھا وہ وقف ہی درست نہیں۔ اس مسئلے کی تفصیل یہ ہے کہ اگر وقف کو کسی قسم کی شرط پر معلق کر دیا جائے تو اس شرط کے پائے جانے کے باوجود وہ وقف درست نہیں ہوتا اور وہ چیز مالک کی ملکیت میں برقرار رہتی ہے۔ جیسے سوال میں مذکور صورت ہے کہ اس شخص نے کہا، "اگر میرا بچہ مل جائے تو میرا گھر مسجد کے لئے وقف ہے"۔ یہاں اس شخص نے وقف کو بچہ ملنے کی شرط پر معلق کر دیا لہٰذا یہ وقف درست نہیں۔

شرط خواہ کسی قسم کی ہو اس پر معلق کرنے سے وقف باطل ہو جاتا ہے۔

جیسے اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ اگر کل کا دن طلوع ہوا تو میرا یہ مکان وقف ہے۔ اس صورت میں بھی وقف نہ ہوگا۔ ہاں ایک صورت اس کلیے سے خارج ہے اور وہ یہ کہ اگر کسی نے وقف کو ایسی شرط پر معلق کیا جو فی الحال موجود ہے تو وقف درست ہو جائے گا جیسے کسی شخص نے کہا، "اگر یہ زمین میری ملک میں ہو یا میں اسکا مالک ہو جاؤں تو وقف ہے اور اس کہنے کے وقت وہ زمین اسکی ملکیت میں ہے تو وقف صحیح ہے اور اس وقت ملک نہیں ہے تو صحیح نہیں۔

اور ایک صورت اور ہے، وہ یہ کہ اس طرح معلق کرنے کی صورت میں وقف کرنے کی نذر ہو جائے جیسے کسی شخص کا مال گم ہو گیا اور وہ کہے کہ اگر مجھے گمشدہ مال مل جائے تو مجھ پر اللہ کے لئے اِس زمین کو وقف کر دینا ہے یہ وقف کی منت ہے یعنی اگر چیز مل گئی تو اُس پر لازم ہوگا کہ زمین کو ایسے لوگوں پر وقف کرے جنھیں زکاۃ دے سکتا ہے۔

سوال: زید نے ایک مدرسے کے لئے مکان وقف کرتے ہوئے یہ لفظ کہے: "میں نے اپنا گھر مدرسے کے لئے وقف کیا لیکن مجھے اختیار رہے گا کہ جب چاہوں اسے واپس لے لوں؟" کیا اس صورت میں وہاں قائم کردہ مدرسہ وقف کا کہلائے گا یا نہیں؟

جواب: وقف میں ایسی کسی بھی قسم کی شرط لگانا وقف کو باطل کر دیتا ہے جس شرط سے وقف کا ہمیشہ کے لئے رہنا ختم ہوتا ہو۔ ہاں مسجد میں اگر ایسی شرط

لگائی تو مسجد میں کوئی فرق نہیں پڑے گا بلکہ یہاں پر شرط باطل ہو جائے گی۔ بہار شریعت میں ہے:

"وقف اگر مسجد ہے اور اس میں اس قسم کی شرطیں لگائیں مثلاً اسکو مسجد کیا اور مجھے اختیار ہے کہ اسے بیع کر ڈالوں یا ہبہ کر دوں تو وقف صحیح ہے اور شرط باطل"۔

◎ سوال: ایک شخص مرض الموت میں مبتلا ہے۔ اس پر لوگوں کا اتنا قرض ہے کہ اگر اس کا تمام مال قرض میں ادا کر دیا جائے تب بھی قرض ادا نہ ہوگا۔ ایسی حالت میں اگر وہ اپنا گھر مدرسہ کے لئے وقف کر دے تو اس کا یہ عمل درست ہوگا؟

٭ جواب: ایسی صورت میں حکم یہ ہے کہ اس کا یہ وقف ہی صحیح نہیں ہوگا اور نہ وہ جگہ مدرسہ بن سکے گی۔ چنانچہ بہار شریعت میں ہے:

"مریض پر اتنا دَین ہے کہ اُسکی تمام جائداد دَین (قرض) میں مستغرق (ڈوبی ہوئی) ہے اُسکا وقف صحیح نہیں۔"

◎ سوال: زید نے رضائے الٰہی کے لئے کہا کہ میں نے اپنی مملوکہ زمین کا ایک حصہ وقف کر دیا۔ بعد میں اس نے معین بھی کر دیا کہ کون سا اور کتنا حصہ وقف کیا۔ ایسی صورت میں اس جگہ پر مدرسہ یا یتیم خانے کی تعمیر درست ہے؟

٭ جواب: اگر وقف کرتے وقت اس نے معین نہیں کیا تھا تو وہ جگہ وقف نہ ہوئی ہاں اگر بعد میں زید نے دوبارہ اس جگہ کو معین کر کے وقف کر دیا تو وقف درست ہو جائے گا۔ صرف پہلے وقف کی بنیاد پر وہاں مدرسے کی تعمیر درست

نہیں۔ بہار شریعت میں ہے:

"اپنی جائداد کا ایک حصہ وقف کیا اور یہ تعیین نہیں کی کہ وہ کتنا ہے مثلاً تہائی چوتھائی وغیرہ تو وقف صحیح نہ ہوا اگرچہ بعد میں اُس حصہ کی تعیین کردے۔"

◉ **سوال:** مسجدوں میں جو قرآن پاک وقف کئے جاتے ہیں۔ کیا ان کو اپنے گھر لے جاکر تلاوت کرسکتے ہیں؟

✿ **جواب:** مسجد پر قرآن مجید وقف کیا تو اِس مسجد میں جس کا جی چاہے اُس میں تلاوت کرسکتا ہے دوسری جگہ لے جانے کی اجازت نہیں کہ اس طرح وقف کرنے والے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اس مسجد میں قرآن پڑھا جائے اور اگر وقف کرنے والے نے صراحت کردی ہے کہ اِسی مسجد میں تلاوت کی جائے جب تو بالکل ظاہر ہے کیونکہ اُسکی شرط کے خلاف نہیں کیا جاسکتا۔

◉ **سوال:** لائبریریوں اور مدرسوں میں جو کتابیں وقف کی جاتی ہیں۔ کیا پڑھنے کے لئے انہیں دوسرے مدرسے یا گھر لے جاسکتے ہیں؟

✿ **جواب:** خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"مدارس میں کتابیں وقف کردی جاتی ہیں اور عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ جس مدرسہ میں وقف کی جاتی ہیں اُسی کے اساتذہ اور طلبہ کے لئے ہوتی ہیں ایسی صورت میں وہ کتابیں دوسرے مدرسہ میں نہیں لیجائی جاسکتیں۔ اور اگر اِس طرح پر وقف کی ہیں کہ جن کو دیکھنا ہو وہ کتب خانہ میں آکر دیکھیں تو وہیں دیکھی جاسکتی ہیں اپنے گھر پر دیکھنے کے لئے نہیں لاسکتے۔"

◉ سوال : سرکاری اداروں میں افسران کو جو گاڑیاں اور سہولیات آفس کے کاموں کے لئے دی جاتی ہیں ان کو ذاتی کاموں میں استعمال کر سکتے ہیں؟

○ جواب : اکثر سرکاری اشیاء بھی وقف کے حکم میں ہوتی ہیں اور انہیں بھی ان کے موقع محل سے ہٹا کر استعمال کرنا جائز نہیں۔ جیسے سرکاری گاڑیاں اور سرکاری کمپیوٹر، کاغذ، قلم وغیرہ۔

◉ سوال : مدرسوں میں کھانا پکانے کے لئے جو دیگیں اور برتن وقف کیے جاتے ہیں۔ انہیں مدرسے کے ناظم یا مدرس اپنے گھر کے کاموں میں استعمال کر سکتے ہیں؟

○ جواب : ایسا استعمال حرام ہے۔

◉ سوال : مسجد، مدرسے، دارالافتاء، یتیم خانے، ویلفیئر کے دفتر، مختلف برادریوں کے آفسز وغیرہ میں جو سامان مثلاً کرسی، میز، کاغذ، قلم، پنکھے اور اس طرح کی مزید اشیاء کو اپنے ذاتی استعمال میں لانے کی کوئی صورت ہے؟

○ جواب : جب کسی شے کو وقف کر دیا تو اسے ذاتی استعمال میں لانے کی کوئی صورت نہیں۔ سوال میں مذکور تمام اشیاء کا ان کے موقع محل سے ہٹ کر خلاف عرف استعمال ناجائز و حرام ہے۔

◉ سوال : ایک شخص نے مسجد کو ایک مکان اس لئے دیا کہ اس کا کرایہ مسجد پر خرچ کیا جائے۔ اب وہاں کے امام کو گھر کی ضرورت ہے۔ کیا وہ مکان کرایہ پر

دینے کی بجائے امام صاحب کو رہائش کے لئے دیا جاسکتا ہے؟

جواب : مسجد پر جو مکان اس لئے وقف ہیں کہ اُن کا کرایہ مسجد میں صرف ہوگا یہ مکان بھی امام و موذن کو رہنے کے لئے نہیں دے سکتے اور دے دیا تو امام و موذن کو رہنا منع ہے۔

سوال : کیا وقف کسی کی ملکیت ہوسکتا ہے؟

جواب : وقف کسی کی ملکیت ہر گز نہیں ہوسکتا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

"جائداد ملک ہو کر وقف ہوسکتی ہے مگر وقف ٹھہر کر کبھی ملک نہیں ہوسکتی۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۶، صفحہ ۳۵۳) (فتاویٰ فیض الرسول، جلد ۲، صفحہ ۳۴۶ تا ۳۴۸)

سوال : وقف کے خاتمے کی یا بیچنے کی کوئی صورت ہوسکتی ہے؟

جواب : وقف کو نہ ختم کیا جاسکتا ہے اور نہ بیچا جاسکتا ہے۔ نہ کسی کو تحفہ کے طور پر دے سکتے ہیں، کیونکہ وقف کا حکم یہ ہے کہ وقف کی ہوئی چیز واقف کی ملک سے خارج ہوجاتی ہے مگر موقوف علیہ (یعنی جس پر وقف کیا ہے اُسکی) ملک میں داخل نہیں ہوتی بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کی ملک قرار پاتی ہے۔

سوال : اگر کوئی ظالم وقف کی کسی چیز مثلاً وقف کی دکانوں پر قبضہ کر لے اور کسی بھی صورت واپس کرنے کو تیار نہ ہو اور اس سے واپس لینا ممکن بھی نہ ہو تو کیا اس سے دکانوں کی قیمت وصول کر سکتے ہیں؟

جواب : ایسی شدید مجبوری کی حالت میں قیمت وصول کر سکتے ہیں۔

(ملخصاً من فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۶، صفحہ ۲۶۷)

سوال: اگر وقف کے متولی (انتظامی ذمہ دار) کو وقف کی زمین کے بارے میں ڈر ہو کہ وقف کرنے والا یا کوئی اور قبضہ کرلے گا تو متولی کے لئے اس زمین کو بیچ دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر متولی کو وقف کی زمین کے بارے میں واقف کے وارث یا ظالم کا خوف ہو تو اس صورت میں بھی فتویٰ اسی پر ہے کہ وقف کی زمین بیچنا جائز نہیں جیسا کہ عالمگیری کے اسی صفحہ پر ہے:

"ارض وقف خاف القیم من وارث الوقف او من ظالم له ان یبیعه و یتصدق بالثمن کذا ذکر فی النوازل والفتویٰ انه لا یجوز کذا فی السراجیة"

(فتاوی فیض الرسول، جلد ۲، صفحہ ۳۴۵)

سوال: ایک مدرسے کا وقف کا مکان ہے۔ اس مکان کو بیچ کر اگر دوسری جگہ مکان خرید لیا جائے تو آمدنی پہلے سے بڑھ جائے گی۔ کیا ایسی صورت میں وہ مکان بیچ کر دوسرا مکان خریدا جاسکتا ہے؟

جواب: جب تک پہلے والے مکان سے آمدنی حاصل ہو رہی ہے تب تک اسے بیچ کر دوسرا مکان نہیں لے سکتے اگرچہ دوسرے مکان کی آمدنی زیادہ ہو۔

سوال: اگر کسی نے مسجد یا مدرسے پر کوئی مکان اس کے استعمال میں آنے کے لئے وقف فرمایا ہے کیا اسے کرایہ پر دے سکتے ہیں؟

جواب: جو مکان اس لئے وقف کیا جائے کہ اسے استعمال میں لائیں جیسے

مسجد پر مکان وقف کیا تا کہ اُسے امام ومؤذن کی رہائش کے لئے استعمال کیا جائے اسے کرایہ پر دینا حرام ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

"جو مسجد پر اس کے استعمال میں آنے کے لئے وقف ہیں انہیں کرایہ پر دینا حرام لینا حرام، کہ جو چیز جس غرض کے لئے وقف کی گئی دوسری غرض کی طرف اسے پھیرنا جائز نہیں اگرچہ وہ غرض بھی وقف ہی کہ فائدہ کی ہو کہ شرط واقف مثل نص شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واجب الاتباع ہے۔

(درمختار، کتاب الوقف، فروع فصل شرط الواقف کنص الشارع فی وجوب العمل بہ)

ولہٰذا خلاصہ میں تحریر فرمایا کہ جو گھوڑا اقتال مخالفین کے لئے وقف ہوا ہو اسے کرایہ پر چلانا ممنوع و ناجائز ہے۔

(فتاوی رضویہ، ج٦، صفحہ ٤٥٥) (فتاوی فیض الرسول، جلد ٢، صفحہ ٣٤٦ تا ٣٤٨)

◉ **سوال:** وقف کی دکان یا مکان کو کتنے عرصے کے لئے کرایہ پر دینا چاہیے؟

✪ **جواب:** وقف کی دکانوں یا وقف کے مکانوں کے کرایے پر دینے کی مدت بہت لمبی نہیں ہونی چاہیے۔ تین سال سے زیادہ کے لئے کرایہ پر دینا جائز نہیں۔ اگر واقف نے کرایہ کی کوئی مدت بیان کردی ہے تو اُسکی پابندی کی جائے اور نہ بیان کی ہو تو مکانات کو ایک سال تک کے لئے اور زمین کو تین سال تک کے لئے کرایہ پر دیا جائے۔ ہاں وقت اور جگہ کے اعتبار سے اس مدت میں کمی بیشی کی جاسکتی ہے۔

سوال : اگر کوئی شخص وقف کی دکان یا مکان پورے سال کے لئے کرایے پر لے اور دوران سال بیماری یا کسی اور عذر کی وجہ سے دکان یا مکان چھوڑ دے تو انتظامیہ بقیہ سال کا کرایہ چھوڑ سکتی ہے۔

جواب : اگر اس نے صحیح عذر کی وجہ سے دکان یا مکان کو چھوڑا تو باقی سال کا کرایہ چھوڑا جائے گا ورنہ اسے دکان اپنے پاس رکھنے پر مجبور کیا جائے گا۔

سوال : اگر کسی نے وقف میں یہ شرط لگائی ہو کہ میں جب چاہوں اسے تبدیل کر دوں تو کیا اسے یہ اختیار حاصل ہوگا؟

جواب : وقف کرنے والا وقف کی جائیداد کے تبادلے کی شرط لگا سکتا ہے کہ میں یا فلاں شخص جب مناسب جانیں گے اس کو دوسری جائداد سے بدل دیں گے اِس صورت میں یہ دوسری جائیداد اُس پہلی وقفی جائیداد کے قائم مقام ہوگی اور تمام وہ شرائط جو وقف نامہ میں تھے وہ سب اس دوسری جگہ میں جاری ہونگے اگرچہ وقف نامہ میں یہ نہ ہو کہ بدلنے کے بعد دوسری پہلی کے قائم مقام ہوگی اور نہ یہ لکھا ہو کہ پہلی جگہ کے تمام شرائط دوسری جگہ میں جاری ہوں گے۔ لیکن تبدیلی کے اختیار والی صورت میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ اگر واقف نے یہ شرط کی کہ میں جب چاہوں گا اسے بیچ ڈالوں گا یا جتنی قیمت میں چاہوں گا بیچ ڈالوں گا یا بیچ کر اُس رقم سے کوئی اور چیز خریدوں گا تو ان سب صورتوں میں وقف ہی باطل ہے۔ وقف کے تبادلے میں اس بات کا خیال رکھنا بھی ضرور ہے کہ وقفی مکان کو دوسرے مکان سے

بدلنا اُس وقت جائز ہے کہ دونوں مکان ایک ہی محلہ میں ہوں یا دوسرا محلہ پہلے محلے سے بہتر ہو۔ اور اس کے الٹ ہوا یعنی پہلا محلہ دوسرے محلے سے کم تر ہے تو یہ تبادلہ ناجائز ہے۔

سوال : کیا وقف کرنے والا تبدیلی کا اختیار متولی کے لئے بھی رکھ سکتا ہے؟

جواب : اگر وقف نامے میں یہ شرط ہے کہ متولی کو اختیار ہے جب چاہے اِس جائداد کو بیچ ڈالے اور اس کی قیمت سے دوسری زمین خرید لے تو یہ شرط جائز ہے اور متولی کو ایک دفعہ تبادلہ کا حق حاصل ہے۔

سوال : اگر وقف نامے میں تبادلے کا اختیار رکھا ہو تو یہ اختیار کتنی مرتبہ تک رہے گا؟

جواب : تبادلے کا اختیار ایک مرتبہ رہے گا اس کے بعد ختم۔ البتہ اگر الفاظ ہی ایسے ہوں کہ جب چاہوں تبادلہ کرلوں تو اسے ہمیشہ اختیار رہے گا۔

سوال : وقفی زمین کا کسی خالی زمین کے ساتھ ہی تبادلہ کیا جاسکتا ہے یا اگر بنا بنایا مکان مل جائے تو اس سے بھی تبادلہ ہوسکتا ہے؟

جواب : اس میں دو صورتیں ہیں پہلی یہ کہ اگر وقف میں صرف تبادلہ مذکور ہے۔ یہ نہیں ہے کہ مکان یا زمین سے تبادلہ کروں گا تو اختیار ہے کہ مکان سے تبادلہ کرے یا زمین سے اور اگر دوسری صورت ہو کہ وقف نامے میں یہ ہے کہ مکان

سے تبادلہ کیا جائے تو زمین سے تبادلہ نہیں کر سکتے اور اگر لکھا ہے کہ زمین سے تبادلہ کیا جائے تو مکان سے تبادلہ نہیں ہو سکتا اور اگر یہ ذکر نہ ہو کہ فلاں جگہ کی جائداد سے تبادلہ کروں تو جہاں کی جائداد سے چاہے تبادلہ کر سکتا ہے اور معین کر دیا ہے تو وہیں کی جائیداد سے تبادلہ ہو سکتا ہے دوسری جگہ کی جائیداد سے نہیں۔

سوال: ایک مکان مدرسے کے لئے وقف کیا گیا۔ لیکن وہاں سے گندہ نالہ بہنے کی وجہ سے بنیادیں کمزور ہو گئیں اور کوئی بھی شخص اسے کرایہ پر لینے کو تیار نہیں ہے ہاں ایک آدمی اسے خریدنے کو تیار ہے کہ وہ خرید کر خود اس پر خرچہ کرے گا۔ ایسی صورت اس مکان کا تبادلہ کر سکتے ہیں؟ کیونکہ وقف کرنے والے نے تبادلے کے بارے میں کوئی شرط ذکر نہیں کی۔

جواب: واقف نے وقف میں تبدیل کر لینے کا ذکر نہیں کیا یا تبدیل نہ کرنے کو ذکر کر دیا ہے لیکن جب اس مکان سے نفع اٹھانا ممکن نہیں رہا یعنی اتنی بھی آمدنی نہیں ہوتی جو وقف کے مصارف کے لئے کافی ہو تو ایسے وقف کا تبادلہ جائز ہے مگر اسکے لئے چند شرطیں ہیں:

☆ قیمت میں بہت زیادہ کمی نہ ہو۔

☆ تبادلہ کرنے والا قاضی عالم باعمل ہو جس کے تصرفات کی نسبت لوگوں کو اطمینان ہو سکے۔

☆ تبادلہ زمین یا مکان کے ساتھ ہی ہو۔

☆ ایسے سے تبادلہ نہ کرے جس کی شہادت اس کے حق میں مقبول نہ ہو جیسے باپ، بیٹا وغیرہ۔

☆ اپنے قرضخواہ کو نہ بیچے۔

☆ دونوں جائیدادیں ایک ہی محلہ میں ہوں یا دوسرا مکان ایسے محلہ میں ہو کہ اِس محلہ سے بہتر ہے۔

سوال: وقف کے مکانات یا کھیت یا دکانوں سے جو آمدنی حاصل ہو اسے سب سے پہلے کس مد میں خرچ کیا جائے؟

جواب: بہار شریعت میں ہے:

''وقف کی آمدنی کا سب میں بڑا مصرف یہ ہے کہ وہ وقف کی عمارت پر صرف کی جائے اسکے لئے یہ بھی ضرور نہیں کہ واقف نے اس پر صرف کرنیکی شرط کی ہو یعنی شرائط وقف میں اسکو نہ بھی ذکر کیا ہو جب بھی صرف کریں گے کہ اسکی مرمت نہ کی تو وقف ہی جاتا رہے گا عمارت پر صرف کرنے سے یہ مُراد ہے کہ اُسکو خراب نہ ہونے دیں اُس میں اضافہ کرنا عمارت میں داخل نہیں مثلاً مکان وقف ہے یا مسجد پر کوئی جائداد وقف ہے تو اولاً آمدنی کو خود مکان یا جائیداد پر صرف کریں گے اور واقف کے زمانہ میں جس حالت میں تھی اُس پر باقی رکھیں۔ اگر اُسکے زمانہ میں سفیدی یا رنگ کیا جاتا تھا تو اب بھی مال وقف سے کریں ورنہ نہیں یونہی کھیت وقف ہے اور اس میں کھاد کی ضرورت ہے ورنہ کھیت خراب ہو جائے گا تو اسکی درستی مستحقین سے مقدم ہے۔ یعنی جن میں وہ آمدنی تقسیم کرنی ہے ان پر بھی مقدم ہے۔''

سوال: وقف کی تعمیر ومرمت کے علاوہ خرچ کے لئے کس مد کو مقدم رکھا جائے؟

جواب: عمارت کے بعد آمدنی اس چیز پر صرف ہو جو تعمیر سے قریب تر اور وقف کی مصلحت اور بہتری کے اعتبار سے زیادہ مفید ہو کہ یہ معنوی تعمیر ہے جیسے مسجد کے لئے امام اور مدرسہ کے لئے مدرس کہ ان سے مسجد ومدرسہ کی آبادی ہے ان کو بقدر کفایت وقف کی آمدنی سے دیا جائے۔ پھر چراغ بتی (فی زمانہ بجلی) اور فرش اور چٹائی (یا قالین) اور دیگر ضروریات میں صرف کریں جو اہم ہو اُسے مقدم رکھیں اور یہ اُس صورت میں ہے کہ وقف کی آمدنی کسی خاص مصرف کیلئے معین نہ ہو۔ اور اگر معین ہے مثلاً ایک شخص نے وقف کی آمدنی چراغ بتی کے لئے معین کر دی ہے یا وضو کے پانی کے لئے تعیین کر دی ہے عمارت کے بعد اُسی مد میں صرف کریں جس کے لئے معین ہے۔

سوال: اگر کسی شخص نے اپنے کھیتوں کا کرایہ اور مکانات کی آمدنی یتیموں یا طلباء یا بیواؤں یا اندھوں یا اپاہج لوگوں پر وقف کی اور مذکورہ افراد میں صاحب مال بھی ہوں اور غریب بھی۔ تو آمدنی کس پر خرچ کی جائے گی؟

جواب: اگر کسی نے وقف کرتے وقت ایسے الفاظ ذکر کیے جس سے حاجت مند افراد سمجھ میں آتے ہوں تو وقف کی رقم صرف فقراء پر خرچ کی جائے گی اور صاحب مال افراد کو کچھ نہیں دیا جائے گا۔ لہٰذا مالدار یتیم یا طالب عالم یا بیوہ یا

اندھے یا اپاہج کو وقف کی آمدنی سے کچھ نہیں دیا جائے گا۔

سوال : وقف کی آمدنی سے جو مکان خریدا کیا وہ بھی وقف ہوتا ہے؟

جواب : نہیں، متولی نے وقف کی آمدنی سے جو زمین یا جائداد وقف کے لیے خریدی وہ وقف نہیں ہو جاتی اس کی بیع جائز ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۶، صفحہ ۱۱۷)

سوال : وقف کے مال کا کیا حکم ہے؟

جواب : مالِ وقف مثلِ مالِ یتیم ہے جس کی نسبت (اللہ تعالیٰ کا) ارشاد ہوا کہ جو اسے ظلماً کھاتا ہے اپنے پیٹ میں آگ بھرتا ہے اور عنقریب جہنم میں جائے گا، جیسا کہ پ ۴، رکوع ۱۲ میں ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡیَتٰمٰی ظُلۡمًا اِنَّمَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ نَارًا ؕ وَ سَیَصۡلَوۡنَ سَعِیۡرًا ۞﴾

(فتاوی رضویہ، جلد ۶، صفحہ ۳۷۵) (فتاوی فیض الرسول، جلد ۲، صفحہ ۳۴۶ تا ۳۴۸)

سوال : وقف میں مالکانہ تصرف کرنا کیسا ہے؟

جواب : فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۳۵۴ پر ہے:

"وقف میں تصرف مالکانہ حرام ہے اور متولی جب ایسا کرے تو فرض ہے کہ اسے نکال دیں اگرچہ خود واقف ہو چہ جائیکہ دیگر۔

درمختار میں ہے:

"وینزع وجوباً ولو الواقف درر فغیرہ بالا ولیٰ غیر مامون"

"اگر خود واقف کی طرف سے مال وقف پر کوئی اندیشہ ہو تو واجب ہے کہ

اسے بھی نکال دیا جائے اور وقف اس کے ہاتھ سے لے لیا جائے تو غیر واقف بدرجہ اولیٰ"

(فتاوی رضویہ، ج٦، ص٣٧٤) (فتاوی فیض الرسول، جلد ٢، ص ٣٤٦ تا ٣٤٨)

سوال: کسی شخص نے وقف کا مکان گرا کر اپنے روپیوں سے دو منزلہ پختہ مکان بنالیا گیا ایسے شخص اور اس مکان کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"اپنا روپیہ لگا کر جو کچھ اس نے بنایا اگر وہ کوئی مالیت نہیں رکھتا تو وقف کا مفت قرار پائے گا۔ اور اگر مالیت ہے تو وہی حکم ہے کہ اس اس کا اکھیڑنا وقف کو مضر نہیں تو جتنا اس نے زیادہ کیا اسے اکھیڑ کر پھینک دیا جائے وہ اپنا عملہ اٹھا کر لے جائے۔ اور اگر اس کے بنانے میں اس نے وقف کی کوئی دیوار منہدم کی تھی تو اس پر لازم ہوگا کہ اپنے صرف سے وہ دیوار ویسی ہی بنائے۔ اور اگر ویسی نہ بن سکتی ہو تو بنی ہوئی دیوار کی قیمت ادا کرے۔ اور اگر اکھیڑنا وقف کو مضر ہے تو نظر کریں گے کہ اگر یہ عملہ اکھیڑا جاتا تو کس قیمت کا رہ جاتا تو اتنی قیمت مال مسجد (یعنی مال وقف) سے اسے دیدیں۔ اگر فی الحال اس عملہ کی قیمت مسجد کے پاس نہیں تو یہ یا اور کوئی زمین متعلق مسجد یا دیگر اسباب مسجد کرایہ پر چلا کر اس کرایہ سے قیمت ادا کردیں گے۔ اس کے لئے اگر برس درکار ہوں اسے تقاضے کا اختیار نہیں کہ ظلم اس کی طرف سے ہے۔ یہ سب اس حال میں ہے کہ وہ عمارت اس شخص کے ٹھہرے یعنی متولی تھا تو بناتے وقف گواہ کرلئے تھے کہ اپنے لئے بناتا ہوں۔ یا غیر تھا تو یہ اقرار نہ کیا کہ مسجد

کے لئے بناتا ہوں ورنہ وہ عمارت خود ہی ملک وقف ہے۔"

(فتاوی رضویه، جلد ٦، ص ٤٥٦) (فتاوی فیض الرسول، جلد ٢، ص ٣٤٦تا٣٤٨)

سوال : اگر موقوفہ جائیداد کوئی غصب کرنا چاہے تو مسلمانوں کو اس کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

جواب : اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"مسلمانوں پر فرض ہے کہ حتی المقدور ہر جائز کوشش حفظ مال وقف (وقف کے مال کی حفاظت) و دفع ظلم ظالم (ظالم کا ظلم دور کرنے) میں صرف (خرچ) کریں اور اس میں جتنا وقت یا مال ان کا خرچ ہوگا یا جو کچھ محنت کریں گے مستحق اجر ہوں گے۔"

(فتاوی رضویه، جلد ٦، ص ٣٥٠) (فتاوی فیض الرسول، جلد ٢، ص ٣٤٦تا٣٤٨)

سوال : اگر کوئی کافر اپنی جائیداد وغیرہ فقیروں پر وقف کر دے تو وقف ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب : کافر بھی اگر فقراء پر وقف کرے تو وقف ہو جائے گا کہ وقف کرنے کے لئے وقف کرنے والے کا مسلمان ہونا شرط نہیں۔ ہاں یہ شرط ہے کہ جس کام پر خرچ کرے وہ کام بذات خود ثواب کا کام ہو۔ لہٰذا اگر کافر نے مندر یا گرجے پر کچھ وقف کیا تو یہ باطل ہے۔ اسے وقف نہ کہیں گے۔ بہار شریعت میں ہے:

"(وقف کی ایک شرط یہ ہے کہ) وہ کام جس کے لئے وقف کرتا ہے فی نفسہ ثواب کا کام ہو یعنی واقف کے نزدیک بھی وہ ثواب کا کام ہو اور واقع میں

بھی ثواب کا کام ہو اگر ثواب کا کام نہیں ہے تو وقف صحیح نہیں مثلاً کسی ناجائز کام کے لئے وقف کیا اور اگر واقف کے خیال میں وہ نیکی کا کام ہو مگر حقیقت میں ثواب کا کام نہ ہو تو وقف صحیح نہیں اور اگر واقع میں ثواب کا کام ہے مگر واقف کے اعتقاد میں کار ثواب نہیں جب بھی وقف صحیح نہیں لہذا اگر نصرانی نے بیت المقدس پر کوئی جائداد وقف کی کہ اس کی آمدنی سے اُس کی مرمت کی جائے یا اُسکے تیل بتی میں صرف کی جائے یہ جائز ہے یا یوں وقف کیا کہ ہر سال ایک غلام خرید کر آزاد کیا جائے یا مساکین اہل ذمہ یا مُسلمین پر صرف کیا جائے یہ جائز ہے اور اگر گرجا یا بُت خانہ کے نام وقف کیا کہ اُس کی مرمت یا چراغ بتی میں صرف کیا جائے یا حربیوں پر صرف کیا جائے تو یہ باطل ہے کہ یہ ثواب کا کام نہیں اور نصرانی نے حج وعمرہ کے لئے وقف کیا جب بھی وقف صحیح نہیں کہ اگرچہ یہ کار ثواب ہے مگر ان کے اعتقاد میں ثواب کا کام نہیں۔"

فتاوی رضویہ میں ہے:

"اس (وقف) میں دو شرطیں مطلقاً لازم ہیں: (۱) ایک یہ کہ وہ کام جس کے لیے یہ وقف ابتداء ہو یا آخر میں اس کے لیے قرار پائے گا واقف کے نزدیک کار ثواب ہو وہ اس ثواب کی نیت کرے یا نہ کرے یہ اس کا فعل ہے کام مذہبی حیثیت سے ثواب کا ہونا چاہیے، جیسے غربا کی امداد اگرچہ دوا وغیرہ سے ہو۔ (۲) دوسرے یہ کہ وہ کام خود ہمارے مذہب اسلام کی رو سے کار ثواب ہو اگرچہ وقف کرنے والا مسلمان نہ ہو۔ (۱) اسی لیے اغنیا کے چائے پانی کے لئے ہوٹل بنا کر وقف کیا وقف نہ ہو گا کہ یہ کوئی ثواب کا کام نہیں

۔(۲) کافر نے مسجد کے لیے وقف کیا وقف نہ ہوگا کہ یہ اس کے خیال میں کارِ ثواب نہیں۔ (۳)۔کافر نے ایک مندر یا شوالے کے لیے وقف کیا وقف نہ ہوگا کہ یہ واقع میں کارِ ثواب نہیں۔ (۴) کافر نے ایک شوالے پر وقف کیا اس شرط پر کہ جب تک یہ باقی ہے وقف کی آمدنی اس میں خرچ ہو اور جب شوالہ ٹوٹ کر ویران ہو جائے تو اس کے بعد یہ آمدنی محتاجوں پر صرف ہوا کرے وقف صحیح ہو جائے گا کہ اس کا آخر ایک ایسے کام کے لیے رکھا جو کارِ ثواب ہے یعنی امداد مساکین، اور آج ہی سے اس کی ساری آمدنی امداد مساکین میں صرف ہوگی شوالہ کو ایک پیسہ نہ دیا جائے گا۔"

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۶، ص ۱۳۰تا۱۳۱)

سوال : اگر کسی شخص کو کوئی زمین گفٹ کی گئی اور اس نے اسے وقف کر دیا تو یہ وقف کرنا صحیح ہوگا یا نہیں؟

جواب : اس مسئلے میں دو صورتیں ہیں:

☆ پہلی صورت یہ ہے کہ گفٹ کر دینے کے بعد جسے گفٹ کی گئی اس نے اس زمین پر قبضہ کر لیا ہو۔ ایسی صورت میں چونکہ وہ زمین اس کی ملکیت میں داخل ہو جاتی ہے اس لئے اسے وقف کرنا درست ہوگا۔ مسجد، مدرسے جہاں چاہے خرچ کرے۔

☆ دوسری صورت یہ ہے کہ موہوب لہ (جسے گفٹ کیا گیا اس) نے قبضہ کرنے سے پہلے وقف کر دیا پھر قبضہ کیا تو وقف جائز نہیں۔

سوال : اگر کوئی شخص قریب المرگ ہو اور وہ اپنے مکان کے بارے

میں کہے کہ اگر میں مرجاؤں تو میرا یہ مکان وقف ہے۔ کیا اس صورت میں مکان وقف ہو جائے گا؟

○ **جواب:** قریب المرگ شخص کا یہ کہنا وصیت کے حکم میں ہے لہٰذا اس پر وصیت کے احکام جاری ہوں گے اور وصیت کا حکم یہ ہوتا ہے کہ وصیت کرنے والا اگر مرنے سے پہلے وصیت سے رجوع کر لے تو وصیت ختم ہو جاتی ہے یعنی اگر مذکورہ شخص نے مرنے سے پہلے کہہ دیا کہ میں نے وقف کے متعلق جو بات کہی تھی اسے ختم کرتا ہوں تو درست ہے اور اب مرنے پر بھی وہ مکان وقف نہ ہوگا۔ یونہی وصیت کا یہ حکم بھی ہے کہ فوت ہونے والے کے کل مال کی تہائی تک جاری ہوتی ہے تو اگر مذکورہ شخص کا مکان کل مال کی تہائی یا اس سے کم ہے تو وقف درست ہے اور اگر تہائی سے زیادہ ہے تو زیادہ کے حق میں ورثاء کی رضامندی کا پایا جانا ضروری ہے اگر وہ رضامند ہو جائیں تو مکمل مکان کا وقف درست ہے ورنہ ایک تہائی تک مکان کا حصہ وقف ہوگا۔

◎ **سوال:** وقف کرنے کے بعد وقف کرنے والے کا وقف سے کسی قسم کا کوئی حق متعلق رہتا ہے یا نہیں؟

○ **جواب:** وقف جیسے مدرسہ یا مسجد وغیرہ کو وقف کرنے والے کا تعلق یوں تو ہے کہ اس کی انتظامیہ مقرر کرنا اور دیگر بہت سے امور واقف ہی کے ہاتھ میں رہتے ہیں لیکن ملکیت کے حقوق واقف کے پاس ہرگز نہیں ہوتے۔

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''وقف کا حکم یہ ہے کہ نہ خود وقف کرنے والا اس کا مالک ہے نہ دوسرے کو اس کا مالک بنا سکتا ہے نہ اسکو بیع کر سکتا ہے نہ عاریت دے سکتا ہے نہ اس کو رہن رکھ سکتا ہے۔''

سوال: زید نے ایک مکان کرایہ پر لیا ہوا تھا۔ اور اسے مدرسے کے لئے وقف کر دیا کیا اس طرح وقف کرنا درست ہے؟

جواب: کرایہ پر لئے ہوئے مکان کو وقف کرنا درست نہیں۔ کیونکہ وقف کرنے کے لئے اس چیز کا مالک ہونا ضروری ہے جسے وقف کرنا ہے۔ بہار شریعت میں ہے:

''زمین کسی نے عاریت یا اجارہ پر لی تھی اُس میں مکان بنا کر وقف کر دیا یہ وقف ناجائز ہے۔''

سوال: اگر کوئی شخص وقف کی عمارت یا کسی چیز کو نقصان پہنچائے تو کیا اس سے تاوان لیا جائے گا؟

جواب: جو شخص بھی وقف کی عمارت کو جان بوجھ کر نقصان پہنچائے اس سے تاوان لیا جائے گا جیسے کسی نے مسجد یا مدرسے کی دیوار گرا دی یا مسجد یا مدرسے کی دیوار پر کوئی ایسی چیز رکھی جس کا بوجھ برداشت نہ کرتے ہوئے دیوار گر گئی تو اس شخص سے اس کا پورا تاوان لیا جائے گا۔

سوال: تمام گھر اور مال کو وقف کر دینا کیسا ہے؟

○جواب: واقف کی نیت اگر اچھی ہے تو صرف جائز ہی نہیں بلکہ ثواب اخروی کا مستحق ہوگا۔ تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

"سببه ارادة محبوب النفس فی الدنیا ببر الاحباب وفی الاخرة بالثواب"

"ہاں اگر وقف سے مقصد ہی صرف یہ ہے کہ وارثوں کو میراث سے محروم کر دے تو یہ نیت بری ہے اور ایسا کرنا ناجائز ہے۔"

(ردالمحتار، ج ۳، ص ۴۲۱، کتاب الوقف)

اگرچہ وقف اس صورت میں بھی ہوجائے گا اور اگر لڑکا بدچلن ہے کہ باپ کی جائداد کو برباد و ضائع کر ڈالے گا تو وقف کر دینا بہتر ہے کہ یہ وارث کو محروم کرنا نہیں بلکہ اپنی کمائی کو ناجائز چیزوں میں صرف کرنے سے بچانا ہے۔

وقف کرنے والے کا مقصد اگر وقف کرنے سے محض یہ ہو کہ ورثاء کو جائداد اور میراث سے محروم کردے تو یہ ناجائز و گناہ ہے، حدیث میں ارشاد ہوا۔ من قطع میراث وارثه قطع الله میراثه من الجنة ۔ مگر قصد و ارادہ کا دل سے تعلق ہے لہٰذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا ارادہ وارثوں کو محروم کرنے ہی کا تھا، ہو سکتا ہے اس نے ثواب کے لیے اپنی جائداد وقف کی ہو لہٰذا وقف بہر صورت جائز و نافذ ہی ہوگا۔ اور اس کا کیا ارادہ تھا اور کیا نہ تھا اس کو نہیں دیکھا جائے گا اگر اس کی نیت خیر تھی ثواب کا مستحق ہوگا۔

⊛سوال: اگر وقفی زمین میں کسی نے درخت لگائے تو وہ درخت کس کے

ہیں؟

جواب: اس میں دو صورتیں ہیں۔ (۱) درخت لگانے والا اگر وقفی زمین کی نگرانی اور دیکھ بھال کے لئے مقرر ہے تو وہ درخت وقف کے ہیں۔ (۲) اور اگر کسی ایسے شخص نے درخت لگائے جو وقفی زمین کی نگرانی کے لئے مقرر نہیں ہے تو ان درختوں کا مالک درخت لگانے والا ہے۔

(فتاوی فیض الرسول، جلد۱، ص ٤٦٩)

سوال: اگر کوئی وقف کرنے والا یہ شرط لگائے کہ میں جسے متولی مقرر کروں اسے کوئی فارغ نہیں کر سکتا۔ اب متولی صاحب نے اندھیر نگری مچا رکھی ہے۔ کیا اسے فارغ کیا جائے یا وقف کرنے والے کی شرط کو پورا کیا جائے؟

جواب: ایسے متولی کو فارغ کیا جائے اور وقف کرنے والے کی ایسی شرط کا کوئی اعتبار نہیں۔

سوال: اگر ایک آدمی نے مکان وقف کر کے وقف نامے کی تحریر لکھی اور اس میں دو شرطیں ایسی لکھیں جن میں تضاد ہے تو کون سی شرط کا اعتبار کیا جائے گا؟

جواب: دوسری شرط کا اعتبار کریں گے۔

سوال: وقف میں واقف کو شرائط رکھنے کا اختیار کب تک رہتا ہے؟

جواب: جس وقت وقف کر رہا ہو اس وقت اسے اختیار ہے اور جب وقف مکمل کر چکا تو پھر اختیار ختم ہو گیا۔ البتہ اگر کسی شرط کے بارے میں یہ کہہ دیا تھا کہ اسے تبدیل کرنے کا مجھے اختیار رہے گا تو اس خاص شرط کو تبدیل کرنے کا

اختیار اب بھی باقی رہے گا یا تمام شرائط میں تبدیلی کا اختیار اپنے لئے رکھا ہو تو سب کو تبدیل کر سکے گا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"علمہ شرائط معتبرہ کا اختیار شرع مطہرہ نے واقف کو صرف انشائے وقف کے وقت دیا ہے مثلاً جسے چاہے اس کا مصرف بنائے جسے چاہے اُس سے جدا رکھے جسے جتنا چاہے دینا بتائے جس وقت یا حالت یا صفت کے ساتھ چاہے مقید کردے جو ترتیب چاہے مقرر کرے جب تک اس انشاء میں اختیار ہے، وقف تمام ہوتے ہی وہ تمام شروط مثل وقف لازم ہو جاتی ہیں کہ جس طرح وقف سے پھرنے یا اس کے بدلنے کا اسے اختیار نہیں رہتا یونہی ان میں سے کسی شرط سے رجوع یا اس کی تبدیل یا اس میں کمی بیشی نہیں کرسکتا ہاں اگر انشاء ہی کے وقت شرط لگا دی تھی کہ مجھے ان تمام شروط یا خاص فلاں شرط میں تبدیل کا اختیار ہوگا تو جس شرط کے لیے بالتصریح یہ شرط کرلی تھی اسی کو بدل سکے گا پھر اسے بھی ایک ہی بار بدل سکتا ہے جب تبدیل ہولی اب دوبارہ تغیر کا اختیار نہ ہوگا کہ اسی قدر شرط کا مفاد تھا وہ پورا ہوگیا اب دوبارہ تبدیل شرط شے زائد ہے لہٰذا مقبول نہ ہوگی البتہ اگر کسی شرط پر انشائے وقف میں یہ شرط لگا دی کہ میں اسے جب کبھی چاہوں ہر بار بدل سکوں گا تو اس شرط کی نسبت اختیار مستمر رہے گا کہ اب اس کا استمرار ہی مقتضائے شرط ہے۔ غرض، واقف خود اس کا قطعی پابند ہوتا ہے جو ان شرائط میں وقف کرتے وقت زبان یا قلم سے نکال چکا اس سے باہر ان میں کوئی تصرف نہیں کرسکتا۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۶، صفحہ ۱۳۹ تا ۱۴۰)

سوال: وقف کی لائبریری میں اس طرح کی شرط رکھی جاسکتی ہے کہ

ایڈوانس رقم رکھ کر ہی کتاب لے جاسکتے ہیں؟

○جواب : اگر واقف کی طرف سے یہ شرط ہے تو جائز ہے۔ فتاوی رضویہ میں ہے:

''شرط واقف کا اتباع کیا جائے گا اگر منع کر دیا نا جائز ہے، اور اگر یہ شرط کر دی کہ کتاب جو عاریۃ لے جانا چاہے اتنا مال اس کے عوض گویا بطور گروی رکھا جائے، تو یونہی کیا جائے گا بے اس کی اجازت نہیں اور اگر بلا شرط عاریۃ کی اجازت قوم یا اشخاص خاص کو دی تو انہیں کے لیے اجازت ہوگی اور عام تو عام''۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۶، ص ۵۷۰)

◉ سوال : متولی کون ہوتا ہے؟

○جواب : شرعی اعتبار سے مسجد یا مدرسہ یا کسی بھی قسم کے وقف کے انتظامات کی دیکھ بھال کے لئے وقف کرنے والا جس شخص کو مقرر کرتا ہے اسے متولی کہتے ہیں۔ واقف خود بھی متولی ہوسکتا ہے۔ وقف کرنے والے کے علاوہ جو شخص شرعا اس کا قائم مقام ہے اس کا مقرر کردہ آدمی بھی متولی ہوتا ہے۔ متولی کو ہمارے ہاں عام طور پر انتظامیہ کہا جاتا ہے۔

◉ سوال : کیا کسی عورت یا نابالغ کو مسجد یا مدرسے کا متولی بنایا جاسکتا ہے؟

○جواب : عورت کو متولی بنایا جاسکتا ہے لیکن عورت خود ان معاملات کو

ڈیل نہ کرے بلکہ کسی محرم کے ذریعے معاملات سرانجام دے اور بچے کو اگر متولی بنایا جائے تو اس کے بالغ ہونے تک کسی دوسرے کو متولی رکھا جائے گا اور لڑکے کے بالغ ہونے کے بعد اسے متولی کردیا جائے گا۔

سوال: مسجد، مدرسے کی انتظامیہ کو کیسا ہونا چاہیے؟

جواب: متولی وہ ہونا چاہیے جس میں یہ اوصاف ہوں (۱) دیانت دار (۲) کام کرنے والا (۳) ہوشیار، سمجھدار (۴) وقف کا خیر خواہ (۵) فاسق نہ ہو (۶) لالچی نہ ہو (۷) لاپرواہ نہ ہو (۸) کھیل کود میں مشغول رہنے والا نہ ہو۔ (۹) بدعقل نہ ہو (۱۰) کام کرنے سے عاجز نہ ہو۔ (۱۱) سنی صحیح العقیدہ ہو۔

فتاوی رضویہ میں ہے:

"لائق وہ ہے کہ دیانت دار کارگزار ہوشیار ہو جس پر دربارہ حفاظت و خیر خواہی وقف اطمینان کافی ہو، فاسق نہ ہو جس سے بطمع نفسانی یا بے پروائی یا ناحفاظتی یا انہماک لہو و لعب وقف کو ضرر پہنچانے یا پہنچنے کا اندیشہ ہو بدعقل یا عاجز یا کاہل نہ ہو کہ اپنی حماقت یا نادانی یا کام نہ کر سکنے یا محنت سے بچنے کے باعث وقف کو خراب کرے، فاسق اگرچہ کیسا ہی ہوشیار کارگزار مالدار ہو ہرگز لائق تولیت نہیں کہ جب وہ نافرمانی شرع کی پروا نہیں رکھتا کسی کار دینی میں اس پر کیا اطمینان ہوسکتا ہے، ولہذا حکم ہے کہ اگر خود واقف فسق کرے واجب ہے کہ وقف اس کے قبضہ سے نکال لیا جائے اور کسی امین متدین کو سپرد کیا جائے پھر دوسرا تو دوسرا ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۶ صفحہ ۵۵۷)

سوال : مسجد انتظامیہ کے لئے کیسے افراد کو منتخب کرنا چاہیے؟ کیا مالداری کا لحاظ کیا جائے گا؟

جواب : مسجد کے متولی کے لئے دیانتدار کارگزار ہونا شرط ہے مالدار ہونا ضرور نہیں، مالداروں کی سپردگی میں جبکہ مسجد کی بے انتظامی اور نمازیوں کو تکلیف ہو رہی ہو تو اُس انتظام کا بدلنا اور ہوشیار دیانتدار پرہیزگار مسلمانوں کی نگرانی میں دینا فرض ہے۔

(فتاوی رضویہ ،جلد ۱۶ ،صفحہ ۲۵۸)

سوال : کس طرح کے شخص کو متولی بنانا ممنوع ہے؟

جواب : اگر کوئی شخص متولی بن جائے اور بعد میں معلوم ہو کہ وہ امانت دار نہیں ہے بلکہ خیانت کرتا ہے یا کام کرنے سے عاجز ہے یا اعلانیہ شراب پیتا، جوا کھیلتا یا کوئی دوسرا فسق علانیہ کرتا ہو تو اس کو معزول کر دینا واجب ہے کہ اگر قاضی نے اس کو معزول نہ کیا تو قاضی بھی گنہگار ہے۔ یونہی جس میں یہ صفات پائی جاتی ہیں اس کو متولی بنانا بھی گناہ ہے۔

سوال : اگر مسجد یا مدرسے کے ناظم حضرات کام میں سستی کریں تو کیا کیا جائے؟

جواب : ایسے منتظمین کو جو وقف کے کام میں سستی کرتے ہوں یا اصحاب رائے نہ ہوں یا ان کی بے توجہی سے وقف کو نقصان پہنچا کرتا ہو، معزول کرنا

واجب اور ان کی جگہ پر متدین ہوشیار ذی رائے کام کرنے والے کو مقرر کریں۔

اور ایسے لوگوں کی کثرت رائے کوئی شئی نہیں جو نہ صاحب رائے ہیں نہ وقف کے ہمدرد بلکہ اپنی ذاتی منفعت یا آپس میں میل کی وجہ سے یا کسی اور غرض فاسد سے دوسرے کی ہاں میں ہاں ملاتے اور جان بوجھ کر وقف کو نقصان پہونچاتے ہیں نہ ایسے احکام زید کے لیے قابل عمل ہیں زید جو وقف کا بہی خواہ (خیر خواہ) ہے اور جس کی علیحدگی میں وقف کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہے ہرگز اپنے کو علیحدہ نہ کرے بلکہ کوشش کرے کہ یہ بے کار جدا ہو جائیں اور ان کی جگہ کو کار آمد لوگوں سے پر کیا جائے۔

◉ سوال: داڑھی منڈے یا اعلانیہ جوئے کے اڈے چلانے والے کو متولی بنایا جاسکتا ہے؟

○ جواب: کسی بھی اعلانیہ گناہ کا مرتکب شخص فاسق معلن کہلاتا ہے اور فاسق معلن کو متولی بنانا جائز نہیں۔ لہٰذا داڑھی منڈے یا حرام کاروبار چلانے والے کو متولی نہ بنایا جائے۔

◉ سوال: وقف کا متولی بنانے میں کسے ترجیح دی جائے؟

○ جواب: وقف کرنے والے کے اہل و عیال میں اگر کوئی قابل موجود ہو تو وہ زیادہ حق رکھتا ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"متولی مسجد بھی جب تک وقف کرنے والے کی اولاد یا کنبہ والوں میں کوئی شخص اس کا اہل پایا جائے اور لوگوں میں سے نہ کیا جائے گا۔"

درمختار میں ہے:

"ما دام احد یصلح التولیۃ من اقارب الواقف لا یجعل المتولی من الاجانب لانہ اشفق ومن قصدہ نسبۃ الوقف الیھم".

"جب تک واقف کے اقارب میں سے کوئی متولی وقف بنانے کی اہلیت رکھتا ہو بیگانوں میں سے کسی کو متولی نہ بنایا جائے کیونکہ واقف کا قریبی رشتہ دار وقف کا زیادہ خیال رکھنے والا ہوگا اس لئے کہ اس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ وقف اس کے خاندان کی طرف منسوب رہے"۔

(درمختار، کتاب الوقف، فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ، ج۱، ص۳۸۹، مطبع مجتبائی، دھلی)
(فتاوی رضویہ، جلد ۱۶، ص۲۵۷)

سوال: مساجد کے متولیوں کے بورڈ میں کافر کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے؟

جواب: اگر کافر کو متولیوں کے چپڑاسی کے طور پر شامل کرتا ہے تو کرسکتے ہیں اور اگر کافر کو بھی متولی ہی بنانا مقصود ہے تو حرام وناجائز ہے۔ درمختار میں ہے:

"بھذا یعلم حرمۃ تولیۃ الیھود علی الاعمال".

"یہاں سے معلوم ہوا کہ اسلامی کاموں پر یہودی (یعنی کافر) کا متولی کرنا حرام ہے"۔

(درمختار، مطبع مجتبائی، دھلی، ج۱، ص۱۳۶)(فتاوی رضویہ، جلد ۱۶، ص۶۱۴)

بحرالرائق وردالمحتار میں ہے:

"لاشک فی حرمۃ ذلک"

"اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں"۔

شامی میں ہے:

" ای لان فی ذلک تعظیمہ وقد نصوا علی حرمة تعظیمہ"

"یعنی اس لیے کہ اس میں اس کی تعظیم ہے اور بے شک ائمہ دین نے تصریحیں فرمائیں کہ کافر کی تعظیم حرام ہے"۔

شرنبلالیہ علی الدرر پھر ردالمحتار میں ہے:

" لم مماذکرہ حرمة تولیہ الفسقة فضلاعن الیہود والکفرة"

"یعنی جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس سے معلوم ہوا کہ فاسقوں کو متولی کرنا حرام ہے، چہ جائیکہ یہودی و دیگر کفار"۔

(ردالمحتار، کتاب الزکوة، باب العشر ج۲، ص۳۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۶، ص ٦۱٤)

سوال: وقف کے متولی سے اگر وقف کی کوئی چیز ضائع ہو جائے تو اسے تاوان دینا پڑے گا یا نہیں؟

جواب: اگر متولی نے جان بوجھ کر وقف کی چیز ضائع کی یا اس کی بے احتیاطی کی وجہ سے ضائع ہوئی تو تاوان دینا ہوگا ورنہ نہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمة فرماتے ہیں:

"متولی وقف امین وقف ہے جب کہ اس طرح کا متولی ہو جو اوپر مذکور ہوا اگر اس سے اتفاقیہ طور پر بے اپنے تقصیر و بے احتیاطی کے وقف کی کتاب یا کوئی مال تلف ہو جائے اس کا معاوضہ نہیں، اور اگر قصداً تلف کردے یا اگر اپنی بے احتیاطی سے ضائع کرے تو ضرور معاوضہ ہے یہی حکم ملازمان وقف

کا ہے جب کہ وہ تصرف جو اس نے کتاب میں کیا اس کی ملازمت میں داخل، اور اسے جائز تھا۔"

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۶، ص ۲۲۷)

◉ سوال: مسجد کی تعمیر و مرمت اور اس میں امام و خطیب مقرر کرنا کس کا حق ہے؟

✪ جواب: جس نے مسجد بنوائی، مرمت اور لوٹے چٹائی چراغ بتی وغیرہ کا حق اُسی کو ہے اور اذان و اقامت کا اہل ہے تو اس کا بھی وہی مستحق ہے ورنہ اس کی رائے سے ہو یوہیں اس کے بعد اس کی اولاد اور کنبے والے غیروں سے اولیٰ ہیں۔

(عالمگیری، ج ۲، ص ۱۱۰)

بانی مسجد نے ایک کو امام و موذن کیا اور اہل محلہ نے دوسرے کو تو اگر وہ افضل ہے جسے اہل محلہ نے پسند کیا ہے تو وہی بہتر ہے اور اگر برابر ہوں تو جسے بانی نے پسند کیا وہ امام ہوگا۔

◉ سوال: اگر مسجد پر وقف دکانوں کو متولی نے کم کرایے پر کسی کو دیدیا تو وہ کمی کرایے دار سے وصول کی جائے گی یا متولی سے؟

✪ جواب: کرایے کی کمی کرایے دار سے وصول کی جائے گی اور متولی سے بھول کر یا غفلت سے ایسا ہوا تو معاف کردیں گے، اور قصدا کیا ہو تو یہ خیانت ہے ایسے متولی کو معزول کردیا جائے گا۔

◉ سوال: زید ایک مسجد کی انتظامیہ کا صدر ہے، اس نے ایک آدمی کو مسجد

میں کچھ کام کروانے کے لئے مزدور رکھا اور اس کی جو مزدوری بنتی تھی اس سے کافی زیادہ مزدوری دی یعنی اس کی مزدوری دو سو روپے بنتی تھی تو اسے تین سو روپے دیے، زید کا یہ فعل شرعاً درست تھا یا نہیں؟

جواب: زید کا مذکورہ فعل حرام ہے اور زید کو وہ تمام رقم اپنی جیب سے ادا کرنا ہوگی، مسجد سے ایک روپیہ بھی ادا نہیں کر سکتا کیونکہ اگر وقف کے کام میں عام اجرت سے چھٹا حصہ زائد اجرت دی جائے تو دینے والا خود ذمہ دار ہوتا ہے۔ جیسے چھ سو روپے دینے ہوں اور سات سو روپے دے دیے جائیں تو ناجائز ہے۔ صرف معمولی سی زیادتی معاف ہوتی ہے۔ چنانچہ بہار شریعت میں ہے:

> "متولی نے وقف کے کام کرنے کے لئے کسی کو اجیر رکھا اور واجبی اُجرت سے چھٹا حصہ زیادہ کر دیا مثلاً چھ آنے کی جگہ سات آنے دیئے تو ساری اُجرت متولی کو اپنے پاس سے دینی پڑیگی اور اگر خفیف زیادتی ہے کہ لوگ دھوکا کھا کر اُتنی زیادتی کر دیا کرتے ہیں تو اسکا تاوان نہیں بلکہ ایسی صورت میں وقف سے اُجرت دلائی جائیگی"۔

سوال: وقف کرنے والا اپنے مقرر کردہ متولی کو ہٹا کر خود متولی بن سکتا ہے؟

جواب: بن سکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

> "جسے متولی کیا تھا اس کی جگہ خود متولی رہنا چاہتا ہے یہ اس کے اختیار کی بات ہے اسے معزول کر کے آپ متولی ہو سکتا ہے۔

درمختار میں ہے:

" للواقف عزل الناظر مطلقابه یفتی. "

''مطلقاواقف کو یہ جائز ہے کہ وہ نگران کومعزول کردے اسی پرفتوی ہے۔''

ردالمحتار میں ہے:

" ای سواء کان بجنایة اولاوسواء کان شرط له العزل اولا "

''یعنی نگران کا جرم ہو یا نہ ہواور معزولی کی شرط ہو یا نہ ہو برابر ہے۔''

(ردالمحتار، کتاب الوقف، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ج۳،ص۴۱۲)

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۶، صفحہ ۱۱۹تا۱۲۰)

سوال : اگر مسجد کے متولی نے مسجد کی مرمت میں اپنا ذاتی روپیہ خرچ کیا تو اسے واپس لینے کی اجازت ہے یا نہیں؟

جواب : متولی نے وقف کی مرمت وغیرہ میں اپنا ذاتی روپیہ صرف کردیا اور یہ شرط کرلی تھی کہ واپس لےلوں گاتو واپس لے سکتاہے ورنہ واپس نہیں لے سکتا۔

سوال : بعض لوگ مسجد، مدرسے، ویلفیئر کے مال میں دھوکہ دہی کرتے ہوئے کھاجاتے ہیں۔شرعی اعتبار سے ایسے لوگوں کے لئے کیاوعید ہے؟

جواب : مال وقف مثل مال یتیم ہے جس کی نسبت ارشاد ہوا کہ جو اسے ظلماً کھاتاہے اپنے پیٹ میں آگ بھرتاہے اور عنقریب جہنم میں جائے گا۔

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ☆ ﴾

''اگر وہ لوگ اس حرکت سے باز نہ آئیں ان سے میل جول چھوڑ دیں، ان

کے پاس بیٹھنا روا نہ رکھیں۔"

قال اللہ تعالی:

﴿وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ☆﴾

اللہ تعالی نے فرمایا:

"جب کبھی شیطان تجھے بھلا دے تو پھر یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ مت بیٹھ۔"

(فتاوی رضویه، جلد ۱۶، صفحه ۲۲۳)

سوال: اگر کوئی شخص مسجد کے چندے میں سے کچھ رقم کھا جائے تو واپسی کا طریقہ کیا ہوگا؟

جواب: اس شخص پر تاوان کی ادائیگی فرض ہے۔ اگر مسجد کا متولی ہے تو تاوان ادا کرنا فرض ہے۔ جتنی رقم اپنے صرف میں لایا تھا اگر یہ اس مسجد کا متولی تھا تو اسی مسجد کے بجلی پانی کے اخراجات میں خرچ کرے۔ دوسری مسجد میں صرف کر دینے سے بری الذمہ نہ ہوگا، اور اگر متولی نہ تھا تو جس نے اسے رقم دی تھی اسے واپس کرے کہ تمہارے دی ہوئی رقم سے اتنا خرچ ہوا اور اتنی باقی رہ گئی تھی۔ وہ تمہیں دیتا ہوں۔

" لانه ان كان متوليا فقد تم التسليم والا بقى على ملك المعطى "

"اس لیے کہ اگر وہ متولی ہے تو تسلیم تام ہو گئی ورنہ معطی کی ملک پر باقی

ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد ۱٦، صفحہ ٤٦١)

◉ سوال: اسلام میں مسجد کی کیا اہمیت اور فضیلت ہے؟

✿ جواب: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"مرد کی نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ گھر اور بازار میں پڑھنے سے پچیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے اور جب مسلمان اچھی طرح وضو کر کے مسجد کے لئے نکلا تو جو قدم چلتا ہے اس سے اس کا ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور ایک گناہ مٹتا ہے اور جب وہ نماز پڑھتا ہے تو ملائکہ برابر اس پر دُرود بھیجتے رہتے ہیں جب تک اپنی نماز کی جگہ پر موجود ہے اور جب تک وہ نماز کا انتظار کر رہا ہے تب تک وہ نماز میں ہی ہے۔"

(بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"مسجد کی طرف نماز کے لئے جانے والے کے لئے ہر قدم کے بدلے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جب سے گھر سے نکلتا ہے تو واپسی تک نماز پڑھنے والوں میں لکھا جاتا ہے۔"

(مسند احمد، ابویعلی)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو اچھی طرح وضو کر کے فرض نماز کو گیا اور مسجد میں نماز پڑھی اس کی مغفرت ہو جائے گی۔

(نسائی)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی کے گرد کچھ زمینیں خالی ہوئیں۔ قبیلہ بنی سلمہ نے چاہا کہ مسجد کے قریب آجائیں یہ خبر نبی ﷺ کو پہنچی تو فرمایا مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم مسجد کے قریب آنا چاہتے ہو عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہاں ارادہ تو ہے فرمایا اے بنی سلمہ اپنے گھروں ہی میں رہو (مسجد کی طرف آنے والے) تمہارے قدم لکھے جائیں گے۔ یہ بات آپ ﷺ نے دو مرتبہ فرمائی۔ بنی سلمہ کہتے ہیں،" لہٰذا (سرکار ﷺ کے فرمان کی وجہ سے) ہم نے گھر تبدیل کرنا پسند نہ کیا۔

(مسلم)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"سب سے بڑھ کر نماز میں اس کا ثواب ہے جو زیادہ دور سے چل کر آئے"۔

(بخاری، مسلم)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"صبح وشام مسجد کو جانا جہاد کی ایک قسم ہے"۔

(طبرانی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو صبح یا شام کو جائے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں مہمانی تیار کرتا ہے جتنی بار جائے''۔

(بخاری، مسلم)

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اجمل قادری سنبھلی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

''اللہ عزوجل اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک مساجد محبوب ترین جگہ ہے۔ ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

قال رسول اللہ تعالیٰ ﷺ: اذا مرر تم بریاض الجنة فارتعوا. قیل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ما ریاض الجنة قال المساجد''.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم جنت کے باغوں پر گزرو تو میوہ چنا کرو۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنت کے باغوں سے کیا مراد ہے فرمایا: مسجدیں۔

مسلم شریف میں انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احب البلاد الی اللہ مساجدھا

رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

محبوب ترین جگہیں اللہ کے نزدیک مساجد ہیں۔

بیہقی وطبرانی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان عمار المسجد هم اهل الله"

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد کے تعمیر کرنے والے اہل اللہ ہیں۔"

ابو الفرج نے کتاب العلل میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

"قال رسول الله تعالیٰ صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من بنی لله مسجدا بنی الله له بیتا فی الجنة. ومن علق فیه قندیلا صلی علیه سبعون الف ملک حتی یطفی ذلک القندیل. ومن بسط فیه حصیرا صلی علیه سبعون الف ملک حتی ینقطع ذلک الحصیر. ومن اخرج منه قذاة کان له کفلان من الاجر"

"رسول مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ کے لئے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا جس نے مسجد میں قندیل لگائی تو اس پر ستر ہزار فرشتے اس قندیل کے گل ہونے تک رحمت بھیجتے ہیں، اور جس نے مسجد میں چٹائی بچھائی اس پر ستر ہزار فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں اور جس نے مسجد سے خس وخاشاک نکالا تو وہ اس کے لئے اجر وثواب کا باعث ہوں گے۔"

(فتاویٰ اجملیہ جلد ۲ صفحہ ۳۸۸ تا ۳۸۹)

سوال: مسجد بنانے کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: مسجد بنانے کی اسلام میں بہت زیادہ فضیلت ہے۔ نبی کریم نے مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے بعد جن کاموں کو بہت زیادہ اہمیت وفوقیت دی ان میں مسجد نبوی کی تعمیر ہے۔ پھر جب اس کی تعمیر کی گئی تو اس میں نبی کریم ﷺ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی اور انصار مہاجرین سب کو اس میں شریک کیا۔ کوئی صحابی گارا لا رہا تھا اور کوئی دیگر سامان، ان کے لئے نبی کریم ﷺ نے بطور خاص مغفرت کی دعا فرمائی اور اپنی خوشی کا اظہار فرمایا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰہِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ ﴾

"بیشک اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔"

نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"من بنیٰ للہ مسجدا بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ"

"جو شخص اللہ کے لئے مسجد بنائے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا"۔

مزید ارشاد فرمایا:

"ان مما یلحق المومن من عملہ بعد مماتہ مسجد بناہ"

"مومن کو اس کے مرنے کے بعد جس عمل کا ثواب پہنچے گا وہ مسجد ہے جسے اس نے بنایا ہو۔"

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"سالہا سال گزر گئے ہوں قبر میں ان کی ہڈیاں بھی نہ رہی ہوں اُن کو بعونہ تعالی تابقائے مسجد و مدرسہ جائداد برابر ثواب پہنچتا رہے گا رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

" اذامات الانسان انقطع عنه عمله الامن ثلث صدقة جارية اوعلم ينتفع به او ولد صالح يدعوله"

"جب انسان فوت ہو جائے تو اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں مگر تین وجہ سے جاری رہتے ہیں صدقہ جاریہ یا نافع علم یا صالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرے"۔

(صحيح مسلم، كتاب الوصية، باب مايلحق للانسان من الثواب، ج ٢، ص ٤١، قديمي كتب خانه، كراچی)

(فتاوى رضويه، جلد ١٦، صفحه ١١٦)

خلیفہ اعلیٰ حضرت ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، جس کا خلاصہ ہے: مسجد کی تعمیر اور دیگر پانی، بجلی وغیرہ کے اخراجات کے لئے خرچ دینے کا اتنا ثواب ہے جس کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔ اور وہ ایسا ثواب ہے جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں اس کا خیال آیا۔

(فتاوى ملك العلماء، ص ١٤٦)

⊙ سوال: اگر چند لوگ مسجد بنانے میں شریک ہوں تو سب کو احادیث میں وارد مسجد بنانے کے فضائل حاصل ہوں گے یا یہ فضائل پوری مسجد تنہا بنانے پر ملتے ہیں؟

○ جواب: اللہ تعالیٰ کے فضل سے قوی امید ہے کہ یہ فضائل سب افراد کو

حاصل ہوں گے۔ خلیفہ اعلیٰ حضرت ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یہ ثواب صرف اسی پر نہیں کہ ساری مسجد خود بنائے یا مال کثیر سے شرکت کرے بلکہ ہر شرکت والے کو چاہے شرکت پیسوں سے ہو یا روپوں سے یا اشرفیوں سے سب کو بے کم وکاست اتنا ہی ثواب ملے گا۔"

(فتاوی ملک العلماء، ص۱۴۶)

◉ **سوال:** کیا مسجد بنانے کا ثواب اسی کو ہے جس نے پہلی تعمیر کی یا جس نے بعد میں پختہ کیا اسے بھی ثواب ملے گا؟

◉ **جواب:** دونوں کو ثواب ملے گا۔ صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"من بنی للہ مسجدا زاد فی روایۃ ولو کمفحص قطاۃ بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ زاد فی روایۃ من در ویاقوت"

"جو اللہ عزوجل کے لے مسجد بنائے اگرچہ ایک چھوٹی سی چڑیا کے گھونسلے کے برابر، اللہ عزوجل اس کے لیے جنت میں موتی اور یاقوت کا محل تیار فرمائے گا۔"

اور اس میں ہر وہ شخص جو کسی قدر چندہ سے شریک ہوا، داخل ہے ساری مسجد بنانے پر یہ ثواب موقوف نہیں۔ مدینہ طیبہ میں خود حضور اقدس ﷺ نے بنائی، پھر امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے اس میں زیادت فرمائی، پھر امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے جب اس کی تعمیر میں افزائش فرمائی، اس پر یہی حدیث روایت کی۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۶، صفحہ ۴۲۵)

◉ **سوال:** محض دکھاوے کے لئے کسی نے مسجد بنائی تو وہ مسجد ہوگی یا نہیں اور اس کو مسجد بنانے پر ثواب ملے گا یا نہیں؟

○ **جواب:** جو شخص بنام مسجد کوئی عمارت تیار کرے جس سے تقرب الی اللہ مقصود نہ ہو بلکہ محض ریا و تفاخر کی نیت ہو تو وہ بے شک مسجد نہیں ہوسکتی کہ مسجد وقف ہے اور اس کا قربت مقصودہ کے لیے ہونا ضرور، اور ریا و تفاخر قربت الی اللہ نہیں بلکہ بعد عن اللہ ہیں۔ امام نسفی صاحب مدارک نے ایسی ہی مسجد کو حکم ضرار میں فرمایا ہے اور اگر مسجد بنائی اللہ ہی کے لیے اور وہی مقصود ہے اگر چہ اس کے ساتھ ریا و تفاخر کا خیال آ گیا تو وہ ضرور مسجد ہے اگر چہ اس کے ثواب میں کمی ہو یا نہ ملے۔

(فتاوی رضویہ ،جلد ١٦،صفحہ٤٤٦)

لیکن کس نے کس نیت سے مسجد بنائی ہے۔ ہم اس پر بدگمانی نہیں کر سکتے۔ ہم اسے رضائے الہی کے لئے ہی سمجھیں گے۔

◉ **سوال:** اگر کسی علاقے میں مسجد نہ ہو تو کیا ان کو مسجد بنانے کا حکم دیا جائے گا؟

○ **جواب:** ہر علاقے میں مسجد کا ہونا ضروری ہے لہٰذا جہاں مسجد نہ ہو وہاں حکومت پر لازم ہے کہ مسجد بنائے اور اگر حکومت مسجد نہیں بناتی تو علاقے کے صاحب حیثیت لوگوں پر ضروری ہے کہ مل کر مسجد تعمیر کریں۔

◉ **سوال:** مسجد بنیادی طور پر کن کاموں کے لئے ہے؟

○ **جواب:** (ا) مسجد بنیادی طور پر نماز کے لئے ہے اور اس کے بعد ذکر و

درود و تلاوت قرآن و درس و بیانِ مسائل شرعیہ اور ہر اس کام کے لئے ہے جو ذکراللہ کے تحت داخل ہو سکے۔ چنانچہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اجمل سنبھلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"آیت کریمہ مذکورہ میں ذکر سے مراد ذکراللہ ہے، جو خود آیہ کریمہ ہی کے کلمات سے ظاہر ہے۔ فرمایا جاتا ہے کہ ﴿اَنْ یُّذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ﴾ یعنی مساجد میں نام خدا ذکر کرنے سے روگے۔ اور ذکراللہ جس طرح تسبیح و تحمید اور تہلیل و تکبیر ہیں اسی طرح تمام عبادات و دعا اور تلاوت قرآن کریم اور علم دین بھی ذکراللہ ہی میں داخل ہیں۔

تفسیر احمدی میں ہے:

"واذکر ربک فی نفسک عامة الاذکار من قراة القران والدعا والتسبیح والتهلیل وغیره ذلک"

(تفسیر احمدی ،ص ۲۴۷)

اور تفسیر مدارک التنزیل میں ہے:

"بنیت المساجد للعبادة والذکر و من الذکر درس العلم"

(تفسیر مدارک، ج۲، ص ۹۱)

اور اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر پاک اور صحابہ و صالحین رضی اللہ عنہم کا ذکر بھی ذکراللہ میں داخل ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی شرح شفا شریف سے مع شرح کے نقل کی جاتی ہے:

"(جعلتک ذکرک من ذکری) ای نوع ذکر من اذکاری (فمن ذکرک ذکرنی) ای فکانه ذکرنی"

(شرح شفا، ج ۱، ص ۴۰)

ڈیل نہ کرے بلکہ کسی محرم کے ذریعے معاملات سرانجام دے اور بچے کو اگر متولی بنایا جائے تو اس کے بالغ ہونے تک کسی دوسرے کو متولی رکھا جائے گا اور لڑکے کے بالغ ہونے کے بعد اسے متولی کر دیا جائے گا۔

◉ سوال: مسجد، مدرسے کی انتظامیہ کو کیسا ہونا چاہیے؟

○ جواب: متولی وہ ہونا چاہیے جس میں یہ اوصاف ہوں (۱) دیانت دار (۲) کام کرنے والا (۳) ہوشیار، سمجھدار (۴) وقف کا خیر خواہ (۵) فاسق نہ ہو (۶) لالچی نہ ہو (۷) لاپرواہ نہ ہو (۸) کھیل کود میں مشغول رہنے والا نہ ہو۔ (۹) بدعقل نہ ہو (۱۰) کام کرنے سے عاجز نہ ہو۔ (۱۱) سنی صحیح العقیدہ ہو۔

فتاوی رضویہ میں ہے:

"لائق وہ ہے کہ دیانت دار کارگزار ہوشیار ہو جس پر دربارہ حفاظت وخیر خواہی وقف اطمینان کافی ہو، فاسق نہ ہو جس سے بطمع نفسانی یا بے پروائی یا ناحفاظتی یا انہماک لہو ولعب وقف کو ضرر پہنچانے یا پہنچنے کا اندیشہ ہو بدعقل یا عاجز یا کاہل نہ ہو کہ اپنی حماقت یا نادانی یا کام نہ کر سکے یا محنت سے بچنے کے باعث وقف کو خراب کرے، فاسق اگرچہ کیسا ہی ہوشیار کارگزار مالدار ہو ہرگز لائق تولیت نہیں کہ جب وہ نافرمانی شرع کی پروا نہیں رکھتا کسی کار دینی میں اس پر کیا اطمینان ہو سکتا ہے، ولہذا حکم ہے کہ اگر خود واقف فسق کرے واجب ہے کہ وقف اس کے قبضہ سے نکال لیا جائے اور کسی امین متدین کو سپرد کیا جائے پھر دوسرا تو دوسرا ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۶، صفحہ ۵۵۷)

سوال : مسجد انتظامیہ کے لئے کیسے افراد کو منتخب کرنا چاہیے؟ کیا مالداری کالحاظ کیا جائے گا؟

جواب : مسجد کے متولی کے لئے دیانتدار کارگزار ہونا شرط ہے مالدار ہونا ضرور نہیں، مالداروں کی سپردگی میں جبکہ مسجد کی بے انتظامی اور نمازیوں کو تکلیف ہو رہی ہو تو اُس انتظام کا بدلنا اور ہوشیار دیانتدار پرہیزگار مسلمانوں کی نگرانی میں دینا فرض ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ١٦، صفحہ ٢٥٨)

سوال : کس طرح کے شخص کو متولی بنانا ممنوع ہے؟

جواب : اگر کوئی شخص متولی بن جائے اور بعد میں معلوم ہو کہ وہ امانت دار نہیں ہے بلکہ خیانت کرتا ہے یا کام کرنے سے عاجز ہے یا اعلانیہ شراب پیتا، جوا کھیلتا یا کوئی دوسرا فسق علانیہ کرتا ہو تو اُسکو معزول کر دینا واجب ہے کہ اگر قاضی نے اُسکو معزول نہ کیا تو قاضی بھی گنہگار رہے۔ یونہی جس میں یہ صفات پائی جاتی ہیں اُسکو متولی بنانا بھی گناہ ہے۔

سوال : اگر مسجد یا مدرسے کے ناظم حضرات کام میں سستی کریں تو کیا کیا جائے؟

جواب : ایسے منتظمین کو جو وقف کے کام میں سستی کرتے ہوں یا اصحاب رائے نہ ہوں یا ان کی بے توجہی سے وقف کو نقصان پہنچا کرتا ہو، معزول کرنا واجب

اوران کی جگہ پر متدین ہوشیار ذی رائے کام کرنے والے کو مقرر کریں۔ اور ایسے لوگوں کی کثرت رائے کوئی شئی نہیں جو نہ صاحب رائے ہیں نہ وقف کے ہمدرد بلکہ اپنی ذاتی منفعت، یا آپس میں میل کی وجہ سے یا کسی اور غرض فاسد سے دوسرے کی ہاں میں ہاں ملاتے اور جان بوجھ کر وقف کو نقصان پہونچاتے ہیں نہ ایسے احکام زید کے لیے قابل عمل ہیں زید جو وقف کا بھی خواہ (خیر خواہ) ہے اور جس کی علیحدگی میں وقف کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہے ہرگز اپنے کو علیحدہ نہ کرے بلکہ کوشش کرے کہ یہ بے کار جدا ہو جائیں اور ان کی جگہ کو کار آمد لوگوں سے پر کیا جائے۔

◎ سوال : داڑھی منڈے یا اعلانیہ جوئے کے اڈے چلانے والے کو متولی بنایا جاسکتا ہے؟

○ جواب : کسی بھی اعلانیہ گناہ کا مرتکب شخص فاسق معلن کہلاتا ہے اور فاسق معلن کو متولی بنانا جائز نہیں۔ لہٰذا داڑھی منڈے یا حرام کاروبار چلانے والے کو متولی نہ بنایا جائے۔

◎ سوال : وقف کا متولی بنانے میں کسے ترجیح دی جائے؟

○ جواب : وقف کرنے والے کے اہل وعیال میں اگر کوئی قابل موجود ہو تو وہ زیادہ حق رکھتا ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"متولی مسجد بھی جب تک وقف کرنے والے کی اولاد یا کنبہ والوں میں کوئی شخص اس کا اہل پایا جائے اور لوگوں میں سے نہ کیا جائے گا۔"

''اگر نجاست کا ظن غالب ہو تو انہیں مسجد میں آنے دینا حرام اور حالت محتمل ومشکوک ہو تو مکروہ''

(اشباہ مع الغمز، ص ۳۸۰، ودرمختار، اواخر مکروهات الصلوة)

" يحرم ادخال صبيان ومجانين حيث غلب تنجيسهم والا فيكره."

''اگر بچوں اور پاگلوں کے مسجد کو نجس کرنے کا گمان غالب ہو تو انہیں مسجد میں داخل کرنا حرام ورنہ مکروہ ہے۔''

(درمختار، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة ومايكره، ج۱، ص۹۳، مطبع مجتبائی دهلی)

(فتاوی رضویه، جلد ۱۶، ص۴۵۸)

مزید یہ بات بھی مشاہدہ سے ثابت ہے کہ بچے جب مسجد میں جمع ہوتے ہیں تو آپس میں شرارتیں شروع کر دیتے ہیں اور نمازیوں کے آگے سے گزرتے ہیں نیز بہت چھوٹے بچے باپ کے نماز میں مشغول ہوتے ہی رونا شروع کر دیتے ہیں۔ الغرض نمازیوں کی نماز میں زبردست خلل آتا ہے اس لئے اس سے اجتناب لازم ہے۔

سوال: بعض امام حضرات مسجد میں دم، تعویز کرتے ہیں اور لوگ اپنے بچوں کو دم کروانے کے لئے مسجد میں لاتے ہیں۔ ایسا کرنا کیسا ہے؟

جواب: مسجد میں بچوں کے لانے کا حکم وہی ہے جو اوپر ذکر کیا گیا کہ اگر ان سے نجاست کا قوی اندیشہ ہے تو مسجد میں لانا حرام ورنہ کم از کم مکروہ وناجائز ضرور ہے۔ بہار شریعت میں ہے۔

"بچے اور پاگل کو جن سے نجاست کا گمان ہو مسجد میں لے جانا حرام ہے ورنہ مکروہ"

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جنبوا مساجدکم صبیانکم و مجانینکم"

"اپنی مسجدوں کو بچوں اور پاگلوں سے بچا کر رکھو۔"

(سنن ابن ماجه)

لہٰذا بچوں کو دم تعویز کے لئے مسجد میں لانا ہو یا کسی اور مقصد کے لئے بہر صورت اس سے بچنا ضروری ہے۔

سوال: مسجد میں چھوٹے بچوں کو اس طرح لے کر جانا کہ انہیں نیپی وغیرہ پیک کیا ہوا ہو جس کی وجہ سے مسجد کو نجاست نہ لگے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مطلقاً ممنوع ہے کیونکہ مسجد میں نجاست لے کر جانا اگرچہ اس سے مسجد آلودہ نہ ہو یا جس کے بدن پر نجاست لگی اس کو مسجد میں جانا منع ہے۔

(ردالمحتار، ج ۱، ص ٦١٤)

یہی حکم اس مریض کا ہے جو کسی مرض کی وجہ سے تھیلی وغیرہ میں پیشاب کرتا ہو۔ چنانچہ بہار شریعت میں ہے:

"مسجد میں کسی برتن کے اندر پیشاب کرنا یا فصد کا خون لینا بھی جائز نہیں۔"

(درمختار، ج ۱، ص ٦١٤)

سوال: اگر کسی کی چپل یا عینک یا کوئی چیز گم ہو جائے تو اس کا مسجد میں اعلان کرنا کیسا ہے؟

جواب : اپنی کسی بھی گم شدہ چیز کا مسجد میں اعلان کرنا منع ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من سمع رجلا ينشد ضالة في المسجد فليقل لا ردها الله عليك فان المساجد لم تبن لهذا"

"جو کسی شخص کو سنے کہ مسجد میں اپنی گم شدہ چیز کا اعلان کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ اسے کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ تیری چیز نہ لوٹائے۔ مسجدیں اس لئے نہیں بنائی گئیں۔"

(مسلم شریف، ج ۱، ص ۲۱۰)

سوال : مسجد میں اذان دینا کیسا ہے؟

جواب : مسجد میں اذان دینا ممنوع ہے خواہ جمعہ کی اذان ہو یا کوئی دوسری۔ ابوداؤد شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں جمعے کے دن منبر کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان دی جاتی تھی۔

سوال : بچوں کا مسجد میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب : مسجد میں بچوں کو مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ پڑھانا جائز ہے: (۱) تعلیم دینی ہو۔ (۲) معلم سنی صحیح العقیدہ ہو۔ (۳) معلم بلا اجرت پڑھائے کہ اجرت لے کر پڑھانا کار دنیا ہے، اور مسجد دنیوی کاموں کے لئے نہیں ہے۔ (۴) ناسمجھ بچے نہ ہوں کہ مسجد کی بے ادبی کریں۔ (۵) جماعت پر جگہ تنگ نہ ہو کہ درحقیقت مسجد کا مقصد جماعت ہے۔ (۶) شوروغل سے نماز میں خلل نہ ہو۔

(۷) معلم یا متعلم کسی کے بیٹھنے سے قطع صف نہ ہو۔ ان شرائط کے ساتھ کوئی مضائقہ نہیں۔

حدیث شریف میں ہے:

"جنبوا مساجدکم صبیانکم ورفع اصواتکم"

اور درمختار جلد اول، صفحہ ۴۸۶ میں ہے:

"یحرم ادخال صبیان ومجانین حیث غلب تنجیسهم والا فیکره"

الغاز الفقہ، صفحہ ۱۳۱ پر الاشباہ والنظائر سے ہے:

"تکره الصناعة فیه من خیاطة او کتابة باجر وتعلیم صبیان باجر لا بغیره"

البتہ اگر بارش یا تیز دھوپ ہونے کی وجہ سے ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو اور اس کے علاوہ کہیں جگہ نہ ہو تو مجبوراً مسجد میں اجرت لے کر بھی پڑھایا جا سکتا ہے۔ فقہ کا قاعدہ کلیہ ہے:

"الضرورات تبیح المحظورات"

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ المولیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

"وفی اقرار العیون جعل مسئلة المعلم کمسئلة الکاتب والخیاط فان کان یعلم حسبة لا باس به وان کان باجر یکره

الا اذا وقع ضرورة"

(فتاوی رضویه، ج ۳، ص ۶۰۶)

◉ **سوال :** مسجد میں مختلف کمیٹیوں یا تنظیموں کا بیٹھ کر اجلاس کرنا کیسا ہے؟

◉ **جواب :** اگر مسجد میں مسجد کمیٹی کا اجلاس ہے اور وہ مسجد ہی کے متعلق ہے تو کوئی حرج نہیں کہ یہ خود ایک دینی امر ہے، یونہی دینی تنظیموں کا اجلاس اگر دینی امور کے بارے میں ہے تو کوئی حرج نہیں اور اگر کسی بھی گروہ یا جماعت کا اجلاس دنیوی امور سے متعلق ہے تو سراسر ناجائز ہے کہ مسجد میں دنیا کی بات کرنا ممنوع و ناجائز ہے ۔حدیث مبارک میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

" سیکون فی اخر الزماں قوم یکون حدیثهم فی مساجدهم لیس لله فیهم حاجة "

" آخر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے کہ مسجد میں دنیا کی باتیں کریں گے اللہ عزوجل کو ان لوگوں سے کچھ کام نہیں ۔"

(رواه ابن حبان فی صحیحه عن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه)

◉ **سوال :** مسجد میں مولی کھا کر جانا اور لالٹین یا چراغ میں مٹی کا تیل ڈال کر مسجد میں جلانا کیسا ہے؟

◉ **جواب :** مولی، کچی پیاز و لہسن اور ہر وہ چیز کہ جس کی بو ناپسند ہو اسے کھا کر مسجد میں جانا جائز نہیں جب تک کہ بو باقی ہو۔ حدیث شریف میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کچا پیاز اور لہسن کھانے سے منع کیا اور فرمایا:

" من اکلهما فلا یقربن مسجدنا "

''یعنی جو انہیں کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب ہرگز نہ آئے اور فرمایا کہ اگر کھانا ہی چاہتے ہو تو پکا کر اس کی بو دور کرلو۔''

(مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۷۰)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"ہر چہ بوئے نا خوش دارداز ماکولات وغیر ماکولات دریں حکم داخل ست"

''یعنی ہر وہ چیز کہ جس کی بو ناپسند ہو اس حکم میں داخل ہے خواہ وہ کھانے والی چیزوں سے ہو یا نہ ہو۔''

(اشعة اللمعات، ج ۱، ص ۳۲۸)

اور حضرت صدرالشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''مسجد میں کچا لہسن اور پیاز کھانا یا کھا کر جانا جائز نہیں جب تک کہ بو باقی ہو۔ اور یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جس میں بو ہو جیسے گندنا، مولی، کچا گوشت اور مٹی کا تیل۔''

(بہارِ شریعت، حصہ ۳، ص ۱۸۵)

اور مسجد میں مٹی کا تیل جلانا حرام ہے مگر جب کہ اس کی بو بالکل دور کردی جائے۔

(فتاوی رضویہ، ج ۳، ص ۵۹۸) (فتاوی فیض الرسول، ج ۲، ص ۳۵۵)

سوال: ہمارے یہاں کی مسجد دو منزلہ ہوگئی ہے تو اب نیچے جگہ ہوتے ہوئے اوپر جماعت قائم کرتے ہیں۔ اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

ہمارے یہاں سب سے پہلے ایک بڑے عالم کی اجازت سے ایسا ہوا۔

جواب : جب کہ نیچے کی جگہ بھر گئی ہو تو اوپر نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور نیچے جگہ ہوتے ہوئے گرمی وغیرہ کی وجہ سے بھی اوپر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ مسجد کی چھت پر بلاضرورت جانا منع ہے اگر تنگی کے سبب کہ نیچے کا درجہ بھر گیا اوپر نماز پڑھیں جائز ہے اور بلاضرورت مثلاً گرمی کی وجہ سے پڑھنے کی اجازت نہیں۔ **كما نص عليه في الفتاوى العالمگيرية.**

(فتاوی رضویہ، جلد ۰۶ ص ۴۴۸)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ سقف پر بلاضرورت نماز کی اجازت نہیں کہ سقف مسجد (مسجد کی چھت) پر بے ضرورت چڑھنا ممنوع ہے و بے ادبی ہے اور گرمی کا عذر مسموع نہ وہ گاہاں کثرت جماعت کہ طبعہ زیریں (نچلے حصہ) کے دونوں درجے بھر جائیں گے اور لوگ باقی رہیں سقف پر اقامت نماز کی اجازت دی جائے گی۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

"الصعود على سطح كل مسجد مكروه ولهذا اذا اشتد الحر يكره ان يصلوا بالجماعة فوقه الا اذا ضاق المسجد فحينئذ لا يكره الصعود على سطحه للضرورة"

(فتاوی رضویہ، ج ۰۶ ص ۴۲۰) (فتاوی فیض الرسول، ج ۰۲ ص ۳۵۹ تا ۳۶۰)

سوال : مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا کیسا ہے؟

جواب : مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام

احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ الرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ مسجد میں دنیا کی مباح باتیں کرنے کو بیٹھنا نیکیوں کو ایسے کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔ فتح القدیر میں ہے:

"الکلام المباح فیه مکروہ یاکل الحسنات"

اشباہ میں ہے:

"انه یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب"

امام ابوعبداللہ نسفی نے مدارک شریف میں حدیث نقل کی کہ:

"الحدیث فی المسجد یاکل الحسنات کما تاکل البھیمة الحشیش"

''مسجد میں دنیا کی بات نیکیوں کو اس طرح کھاتی ہے جیسے چوپایہ گھاس کو۔''

غمز العیون میں خزانۃ الفقہ سے ہے:

"من تکلم فی المساجد بکلام الدنیا احبط اللہ تعالیٰ عنه عمل اربعین سنة"

''جو مسجد میں دنیا کی بات کرے اللہ تعالیٰ اس کے چالیس برس کے عمل اکارت فرمادے۔''

"اقول و مثله لا یقال بالرای"

''میں کہتا ہوں کہ اس طرح کی بات اپنی رائے سے نہیں کہی جاسکتی (یعنی یہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے)۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"سیکون فی اخر الزمان قوم یکون حدیثهم فی مساجدهم

لیس للہ فیھم حاجۃ "

"آخر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے کہ مسجد میں دنیا کی باتیں کریں گے اللہ عزوجل کو ان لوگوں سے کچھ کام نہیں۔"

(رواہ ابن حبان فی صحیحہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے:

" کلام الدنیا اذا کان مباحا صدقا فی المساجد بلا ضرورۃ داعیۃ الی ذلک کالمعتکف یتکلم فی حاجتہ اللازمۃ مکروہ کراھۃ تحریم ثم ذکر الحدیث وقال فی شرحہ لیس للہ تعالی فیھم حاجۃ ای لا یرید بھم خیرا وانما ھم اھل الخیبۃ والحرمان والاھانۃ والخسران "

"یعنی دنیا کی بات جب کہ فی نفسہ مباح اور سچی ہو مسجد میں بلاضرورت کرنا حرام ہے ضرورت ایسی جیسے معتکف اپنے حوائج ضروریہ کے لئے بات کرے پھر حدیث مذکور ذکر کر کے فرمایا معنی حدیث یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ نہ کرے گا اور وہ نامراد ومحروم وزیاں کار اور اہانت وذلت کے سزاوار ہیں۔"

اسی (حدیقہ ندیہ) میں ہے:

" وروی ان مسجدا من السماجد ارتفع الی السماء شاکیا من اھلہ یتکلمون فیہ بکلام الدنیا فاستقبلہ الملئکۃ وقالوا بعثنا بھلاکھم "

"یعنی مروی ہوا کہ ایک مسجد نے اپنے رب کے حضور بلند ہوتے ہوئے شکایت کی کہ

لوگ مجھ میں دنیا کی باتیں کرتے ہیں ملائکہ اسے آتے ہوئے ملے اور بولے ہم ان کے ہلاک کرنے کو بھیجے گئے ہیں۔"

اسی میں ہے:

"وروی ان الملائکة یشکون الی اللہ تعالیٰ من نتن فم المغتابین والقائلین فی المساجد بکلام الدنیا"

"روایت کیا گیا کہ جو لوگ غیبت کرتے (جو سخت حرام اور زنا سے بھی اشد ہے) اور جو لوگ مسجد میں دنیا کی باتیں کرتے ہیں ان کے منہ سے وہ گندی بدبو نکلتی ہے جس سے فرشتے اللہ عزوجل کے حضور ان کی شکایت کرتے ہیں۔"

سبحان اللہ جب مباح و جائز بات بلاضرورت شرعیہ کرنے کو مسجد میں بیٹھنے پر یہ آفتیں ہیں تو حرام و ناجائز کام کرنے کا کیا حال ہوگا۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم، ج٦، ص ٤٠٣)

ایک جگہ یہ ہے:

"والکلام المباح وقیدہ فی الظهیریة بان یجلس لاجله"

(فتاویٰ رضویہ، ج١٦، ص٤٩١)

◉ سوال : مسجد کے چھت کے بھی وہی احکام ہیں جو مسجد کے ہیں یا اس کے احکام مختلف ہیں؟

◉ جواب : دونوں کا حکم ایک ہے۔ مسجد کی چھت پر بھی پیشاب پاخانہ کرنا حرام ہے یو ہیں جنبی آدمی اور حیض و نفاس والی عورت کو اس پر جانا حرام ہے کہ وہ بھی مسجد کے حکم میں ہے۔ مسجد کی چھت پر بلاضرورت چڑھنا مکروہ ہے۔

(درمختار، ردالمحتار، ج١، ص٦١٤)

سوال: آداب مسجد کے حوالے سے کن امور کا خیال رکھنا ضروری ہے؟

جواب: بہارشریعت میں ہے:

''مسجد میں وضو کرنا اور کلی کرنا اور مسجد کی دیواروں یا چٹائیوں پر یا چٹائیوں کے نیچے تھوکنا اور ناک سنکنا ممنوع اور چٹائیوں کے نیچے ڈالنا اوپر ڈالنے سے زیادہ بُرا ہے اور اگر ناک سنکنے یا تھوکنے کی ضرورت ہی پڑ جائے تو کپڑے میں لے لے۔''

(عالمگیری، ج ۱، ص ۱۱۰)

فتاوی اجملیہ میں ہے:

مسجد کی تعظیم واحترام اور تطہیر وتنظیف یعنی اس کو پاک اور ستھرا رکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ کبیری میں ہے:

''تنزیه المسجد من القذر واجب''

(کبیری، ص ۵٦۸)

یہاں تک کہ مسجد کی دیوار اور صحن پر حتی کہ بوریوں پر تھوکنا ممنوع ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

''ولا یبزق علی حیطان المسجد ولا بین یدیه علی الحصیر ولا فوق البواری ولا تحتها و کذا المخاط''

(عالمگیری، ص ۵۷)

اسی طرح صحن مسجد میں کلی کرنا یا وضو کرنا مکروہ ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"تکرہ المضمضة والوضوء فی المسجد"

علامہ شامی ردالمحتار میں اس کی دلیل ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

"لان ماءہ مستقذر طبعا فیجب تنزیھہ من المخاط والبلغم"

"وضو کا پانی طبعاً گندہ ہے تو مسجد کا اس سے بچانا واجب ہے، جیسے رینٹھ اور بلغم سے مسجد کی حفاظت واجب ہے۔"

تو جب وضو کے پانی سے مسجد کی حفاظت ضروری ہے تو غسل کے پانی سے مسجد کی حفاظت کس قدر ضروری ہوگی، لہٰذا ایسے بے نمازی لوگوں کا غسل کے پانی سے صحن مسجد کا آلودہ وملوث کرنا سخت ممنوع اور گناہ ہے، اور ان کی یہ نازیبا حرکت بالکل حرمت مسجد کے خلاف ہے، جو مسلمان کی شان سے بہت بعید ہے۔ اسی طرح کپڑے دھوکر صحن مسجد میں سکھانا یہ بھی احترام مسجد کے خلاف ہے۔

بالجملہ مسلمان کو اپنی عبادت گاہ مسجد کا انتہائی احترام ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ اور وہ اپنے کسی فعل وعمل سے اہل مسجد کو ایذا وتکلیف ہرگز ہرگز نہ پہنچائیں۔

(فتاوی اجملیہ ج ۲ ص ۱۰۰،۱۰۱)

مسجد میں اگر کوئی نامناسب شے پڑی دیکھیں حتی کہ اگر تنکا وغیرہ بھی دیکھیں تو اسے نکال دیں۔ احادیث مبارکہ میں اس کی بھی فضیلت آئی ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جو مسجد سے اذیت کی چیز نکالے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔"

(ابن ماجہ)

○ سوال : مسجد میں جوتے لے کر جانا کیسا ہے؟

○ جواب : جو لوگ حفاظت کے طور پر عموماً ہاتھ میں پکڑ کر جوتے مسجد کے اندر لے جاتے ہیں ان کو اس کا خیال کرنا چاہیے کہ اگر نجاست لگی ہو تو صاف کر لیں اور جوتا پہنے مسجد میں چلے جانا سوءِ ادب ہے۔

(ردالمحتار، ج ۱، ص ۶۱۶)

○ سوال : مسجد میں وضو کرنا یا وضو کے بعد اعضاء سے قطرے ٹپکانا جائز ہے یا نہیں؟

○ جواب : صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"مسجد میں کوئی جگہ وضو کے لیے ابتداء ہی سے بانی مسجد نے قبل تمام مسجدیت بنائی ہے جس میں نماز نہیں ہوتی تو وہاں وضو کر سکتا ہے یونہی طشت وغیرہ کسی برتن میں بھی وضو کر سکتا ہے مگر بشرط کمال احتیاط کہ کوئی چھینٹ مسجد میں نہ پڑے۔"

(عالمگیری، ج ۱، ص ۱۱۰)

بلکہ مسجد کو ہر گھن کی چیز سے بچانا ضروری ہے۔ آج کل اکثر دیکھا جاتا ہے کہ وضو کے بعد منہ اور ہاتھ سے پانی پونچھ کر مسجد میں جھاڑتے ہیں، یہ ناجائز ہے۔

○ سوال : مسجد میں اشعار پڑھنا کیسا ہے؟

○ جواب : مسجد میں شعر پڑھنا ناجائز ہے البتہ اگر وہ شعر حمد و نعت و منقبت و وعظ و حکمت کا ہو تو جائز ہے۔

(بہار شریعت، حصہ ۳)

سوال: مسجد میں سونا اور کھانا پینا کیسا ہے؟

جواب: مسجد میں کھانا پینا سونا معتکف کے سوا کسی کو جائز نہیں لہٰذا جب کھانے پینے وغیرہ کا ارادہ ہو تو اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں جائے کچھ ذکر و نماز کے بعد اب کھا پی سکتا ہے۔

سوال: مسجد سے کتنے فاصلہ پر پیشاب خانہ بنانا چاہیے اس کی شرعاً کوئی حد ہو تو بیان فرمائیں؟

جواب: باتھ روم وغیرہ مسجد سے اتنی دور بنائے جائیں کہ ان کی بدبو مسجد میں نہ آئے کہ مسجد کو ہر قسم کی معمولی سے معمولی بدبو سے بچانا واجب ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے:

"مسجد کو بو سے بچانا واجب ہے ولہٰذا مسجد میں مٹی کا تیل جلانا حرام، مسجد میں دیا سلائی سلگانا حرام، حتی کہ حدیث میں ارشاد ہوا:

"وان یمر فیہ بلحم نی"

"مسجد میں کچا گوشت لے جانا جائز نہیں۔"

حالانکہ کچے گوشت کی بو بہت خفیف ہے تو جہاں سے مسجد میں بو پہنچے وہاں تک ممانعت کی جائے گی۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب المساجد، باب مایکرہ فی المساجد، ص ۵۵، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)
(فتاوی رضویہ، ج ۱۶، ص ۲۳۲)

سوال: اگر کوئی شخص مسجد یا مدرسہ یا کوئی بھی دینی وقف بنا کر اس پر اپنا نام لکھنا چاہے جیسے کسی کا نام صالح محمد ہے اور وہ کوئی مسجد بنائے اور اس کا نام جاتا

مسجد صالح محمد رکھے تو شرعی اعتبار سے ریاکاری وغیرہ کے خیال سے اس کو منع کیا جاسکتا ہے؟

○ جواب: مسجد یا مدرسہ یا کسی بھی وقف یا دینی کام پر اپنا نام لکھنا، لکھنے والے کی نیت پر موقوف ہے۔ اگر ریاکاری اور شہرت کی نیت ہے تو ناجائز و حرام ہونے میں کوئی شک نہیں اور ایسی صورت میں اس پر لازم ہے کہ اپنی نیت کو درست کرے یا نام نہ لکھے تاکہ گناہ سے بچ سکے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنی طرف سے نیکی کرے اور حقیقتاً ریاکاری وغیرہ کے گناہ میں پڑا ہوا ہو، لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اگر کسی مسلمان نے اپنا نام لکھا ہو تو اس پر یہ بدگمانی ہرگز نہ کی جائے کہ یہ ریاکاری کی وجہ سے لکھ رہا ہے کہ ریاکاری دل کا فعل ہے اور ہمیں کسی کے دل پر اطلاع نہیں تو بغیر ثبوت کے مسلمان پر ایسی بدگمانی کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور بدگمانی کرنے والے بدگمانی کرکے عیب جوئی میں پڑ جاتے ہیں یا پہلے عیب تلاش کرتے میں لگے رہتے ہیں پھر بلا دلیل بدگمانی کرتے ہیں اور آپس میں مل بیٹھ کر ان کی غیبتوں میں پڑ جاتے ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا ﴾

"اے ایمان والو! زیادہ گمانوں سے بچو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور دوسروں کے عیب تلاش نہ کرو اور تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔"

حضرت مولانا مفتی محمد اجمل سنبھلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''مسلمانوں کا ہر نیک کام رضائے الٰہی کے لئے ہونا چاہئے۔ اس میں خواہش نفسانی اور وسوسہ شیطان کا دخل نہ ہونا چاہئے۔ لہٰذا اگر یہ کتبہ محض فخرو شہرت اور ریا و ناموری کی بنا پر ہے تو زوجہ وزیر بخش اور ان کی برادری کو اس پر ہرگز ہرگز اصرار نہ کرنا چاہئے اور درگاہ رب العزت میں رجوع کر کے یہ دعا کرنا چاہئے کہ مولیٰ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے اور اسکا اجر و ثواب مرحوم کی روح اور جن جن لوگوں نے شرکت کی ہے ان کو اپنے فضل و کرم سے عطا کرے اور ہمیں فخر و ناموری کے شیطانی خیالات سے بچائے۔

اور اگر اس کتبہ کا نصب کرنا فخر و ناموری کی غرض سے نہیں ہے تو اس کا لگانا نہ فقط جائز بلکہ سلف (پہلے بزرگان دین) سے منقول ہے بلکہ اس کی اصل حدیث شریف سے ثابت ہے ابوداؤد و نسائی شریف میں ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار رسالت میں آ کر عرض کیا:

"یا رسول اللہ ان ام سعد ماتت فای صدقۃ افضل قال الماء فحفر بیرا وقال ھذہ لام سعد"

''یارسول اللہ ام سعد کا انتقال ہو گیا تو کونسا صدقہ افضل ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: پانی تو حضرت سعد نے اپنی ماں کے نام کا کنواں کھدوایا اور کہا کہ یہ کنواں ام سعد کے لئے ہے۔''

(از مشکوۃ، ص۱۶۹)

تو اس حدیث میں اس کنوئیں کی نسبت ام سعد کی طرف کی گئی۔ اسی طرح

بکثرت مقامات پر نسبتوں کا وجود ہے۔ خود مساجد کو لیجئے کہ ان میں ایسی نسبتیں ہوتی ہیں۔ مدینہ منورہ میں ایک مسجد علی ہے۔ ایک مسجد ابوبکر ہے۔ ایک مسجد ابی ابن کعب ہے۔ ایک مسجد سلمان فارسی ہے۔ اور مسجد بنی جعفر میں یہ کتبہ لگا ہوا موجود ہے۔ جس کو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جذب القلوب میں نقل کیا:

"درهمیں محراب سنگی است بروے نوشته خلد الله ملك الامام ابی جعفر المنصور المستنصر بالله امیر المومنین عمر سنة ثلثین وستمائة"

تو اگر ایسی نسبتیں اور کتبہ لگانا ناجائز ہوتا تو علمائے کرام وفقہائے عظام خود مدینہ شریف میں اس کو کب روا رکھتے اور اس پر عدم جواز کا فتویٰ صادر فرماتے۔ خود مسجد نبوی میں جب بادشاہ روم سلطان مراد نے منبر شریف ۹۹۸ھ میں پتھر کا تیار کرایا اور علمائے روم نے اس کی یہ تاریخ نکالی "منبر عمر سلطان مراد"۔

اس قسم کی بکثرت مثالیں جذب القلوب میں ہیں۔ تو یہ بات نہایت صاف طور پر ثابت ہوگئی کہ مساجد وغیرہ اوقاف پر بانی کا نام کندہ کرنا ایسا جائز ہے کہ اس پر کبھی کسی نے اعتراض ہی نہیں کیا تو یہ کہنا کہ کتبہ لگانے سے وقف پر قبضہ ثابت ہو جائے گا سخت جہالت اور نادانی کی بات ہے اور مسلمانوں میں بلا وجہ کی شورش پیدا کرنا اور مسلمانوں کو ذلیل وحقیر کہہ کر ان کے دل دکھانا اذیت اور تکالیف پہنچانا شرعاً حرام ہے۔

(فتاوی اجملیہ، ج ۳، ص ۳۹۲ تا ۳۹۳)

فتاوی رضویہ میں ہے:

''نام کا جواب بھی فتوی سابقہ میں تھا کہ ریاء کو حرام مگر بلاوجہ شرعی مسلمان پر قصد ریا کی بدگمانی بھی حرام، اور بنظر دعا ہے تو حرج نہیں۔ نہ کفایت اجمال منافی طلب خصوص۔ اور یہ مصلحت کہ اس تحریر میں بتائی ضرور قابل لحاظ ہے جب کہ اس کا نام وجہ اقتبار اعلان یا زیادت اقتبار ہو۔''

(فتاوی رضویہ، ج۱۶، ص۴۹۹)

سوال: زید نے مسجد وقف کی اور بانی کے طور پر اسی کا نام لکھا گیا۔ اب لوگوں نے اس مسجد کو شہید کیا اور چند افراد کے چندے سے نئے سرے سے تعمیرات کی گئیں۔ کیا مسجد سے بانی کا نام ہٹا کر کسی دوسرے آدمی کے نام پر مسجد بنائی جا سکتی ہے؟

جواب: مسجد قیامت تک اصل بانی کے نام رہے گی اگرچہ اس کی شکست ریخت یا شہید ہو جانے کے بعد دوبارہ تعمیر اور لوگ کریں، ثواب ان کے لئے بھی ہے مگر اصل بنا بانی واقف کے واسطے خاص ہے:

"فان اصل المسجد الارض والعمارة وصف ولا يكون من اعاد الوصف كمن احدث الاصل"

''کیونکہ اصل مسجد تو زمین ہے اور عمارت وصف ہے، چنانچہ جس نے وصف کا اعادہ کیا وہ موجد اصل کی مانند نہیں ہو سکتا۔''

(فتاوی رضویہ، ج۱۶، ص۲۰۷)

سوال: ہماری مسجد کی انتظامیہ آئے دن مسجد میں نت نئے کام کرواتی

رہتی ہے۔ کبھی کوئی نقش ونگار بنادیا اور کبھی کوئی۔ پھر کچھ دن بعد پسند نہ آیا تو اسے کھینچ کر کے دوسرا کام کروالیا۔ وضو خانے پر نئے نل لگائے پھر دوسرا ڈیزائن پسند آیا تو اس کو لگا دیا۔ اس طرح لاکھوں روپے برباد کر چکے ہیں۔ کیا انتظامیہ کو مسجد کا مال اس طرح خرچ کرنا جائز ہے؟

○جواب : مسجد کا مال اس طرح خرچ کرنا حرام ہے اور انتظامیہ کے لوگوں کو اپنی جیب سے سارا تاوان ادا کرنا پڑے گا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"مال مسجد برباد کرنا، یہ تمام افعال حرام تھے اور ہیں متولیوں پر ان لاکھوں روپوں کا تاوان لازم ہے کہ اپنی گرہ سے ادا کریں، اور واجب ہے کہ ایسے مسرف متولی معزول کئے جائیں اور ان کی جگہ مسلمان متدین ہوشیار کار گزار خدا ترس دیانتدار مقرر کئے جائیں۔

عالمگیریہ میں ہے:

"لو وقف علی دھن السراج للمسجد لا یجوز وضعه جمیع اللیل بل بقدر حاجة المصلین ویجوز الی ثلث اللیل ونصفه اذا احتیج الیه للصلوة فیه کذا فی السراج الوهاج ولا یجوز ان یترک فیه کل اللیل الا فی موضع جرت العادة فیه بذلک کمسجد بیت المقدس ومسجد النبی ﷺ والمسجد الحرام او شرط الواقف ترکه فیه کل اللیل کما جرت به العادة فی زماننا کذا فی البحر الرائق"

"اگر مسجد کے چراغ کے تیل کے لیے کوئی وقف کیا تو تمام رات چراغ روشن

رکھنا جائز نہ ہوگا بلکہ صرف نمازیوں کی ضرورت کے مطابق اور تہائی رات تک، اگر ضرورت ہو تو نصف رات تک روشن رکھا جائے تاکہ نمازی عبادت کرسکیں۔ یونہی السراج الوہاج میں ہے اور تمام رات چراغ روشن رکھنا جائز نہیں، ہاں ایسے مقامات جہاں ایسی عادت جاری چلی آرہی ہے، جیسا کہ مسجد بیت المقدس اور مسجد نبوی اور مسجد حرام میں ہے، یا واقف نے تمام رات روشن رکھنے کی شرط لگا رکھی ہو جیسا کہ ہمارے زمانہ میں یہ عادت بن چکی ہے، بحرالرائق میں یونہی ہے۔"

(فتاوی هندیه، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، ج۲، ص۴۶۲، نورانی کتب خانه، پشاور)

فتاوی قاضی خاں میں ہے:

"لیس للقیم ان یتخذ من الوقف علی عمارة المسجد شرفا من ذلک ولو فعل یکون ضامنا"

"منتظم کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ مسجد کی عمارت پر وقف مال سے کوئی بالا خانہ بنائے اگر اس نے ایسا کیا تو وہ اس مال کا ضامن ہوگا۔"

(فتاوی قاضی خان، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجدا، ج۲، ص۳۱۲، نولکشور، لکھنو)

(فتاوی رضویه، ج۱۶، ص۲۳۵ تا ۲۳۶)

سوال: مسجد کی دیواروں پر عقیدہ و عمل سے متعلقہ آیات مبارکہ لکھنا کیسا ہے؟

جواب: مسجد کی دیواروں اور محرابوں پر قرآن مجید لکھنا اچھا نہیں کہ اندیشہ ہے وہاں سے گرے اور پاؤں کے نیچے پڑے اسی طرح مکان کی دیواروں پر کہ علت مشترک ہے۔ یونہی جس بچھونے یا مصلے پر اسمائے الٰہی لکھے ہوئے

ہوں اس کا بچھانا یا کسی اور استعمال میں لانا جائز نہیں اور یہ بھی ممنوع ہے کہ اپنی ملک میں سے اسے جدا کر دے کہ دوسرے کے استعمال نہ کرنے کا کیا اطمینان، لہذا واجب ہے کہ اس کو سب سے اوپر کسی ایسی جگہ رکھیں کہ اس سے اوپر کوئی چیز نہ ہو۔

(عالمگیری ج ۱، ص ۱۰۹، ۱۱۰)

یونہی بعض دستر خوان پر اشعار لکھتے ہیں ان کا بچھانا اور ان پر کھانا ممنوع ہے۔

○ **سوال:** کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کے وقت میں مسجدوں کے اوپر مینار اور برج نہیں تھے، اب یہ کیوں بنائے جاتے ہیں؟

○ **جواب:** نبی کریم ﷺ کے زمانے میں مسجدوں کے کنگرے اور مینار نہیں ہوتے تھے لیکن بعض احکام زمانے کے بدلنے سے بدل جاتے ہیں۔ لہذا جب عام مسلمانوں کے دلوں میں مسجدوں کی اہمیت و وقعت برقرار رکھنے کے لئے علماء نے محسوس کیا کہ مسجد کی باطنی عظمت کے باوجود اس کی ظاہری صورت بھی ایسی بنائی جائے کہ دلوں میں عقیدت پیدا کرے تو انہوں نے مسجدوں کی موجودہ ہیئت کو شروع کیا۔ اور حدیث مبارک میں بھی فرمایا گیا:

"ما رآه المؤمنون حسنا فهو عند الله حسن"

"جس شے کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہوتی ہے۔"

فتاوی عالمگیری میں ہے:

"لا باس بنقش المسجد بالجص والساج وماء الذهب

والصرف الی الفقراء افضل کذا فی السراجیة وعلیه الفتوی کذا فی المضمرات وهکذا فی المحیط"

"مسجد کو قلعی، ساج کی لکڑی اور سونے کے پانی سے منقش کرنے میں حرج نہیں تاہم فقراء پر صرف کرنا اولیٰ ہے جیسا کہ سراجیہ میں ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے۔ مضمرات اور محیط میں یونہی ہے۔"

(فتاوی ھندیہ، کتاب الکراھیة، الباب الخامس فی آداب المسجد، ج۵، ص۳۱۹، نورانی کتب خانہ، پشاور)

(ملخص از فتاوی رضویہ، ج۱۶، ص۲۹۵)

⊙ سوال: کیا مسجد قرار دینے کے لئے لفظ مسجد کا استعمال کرنا ضروری ہے؟

○ جواب: مسجد کا لفظ کہنا شرط نہیں اگر بغیر کسی قید کے نماز پڑھنے کے لئے جگہ دیدی اور ایک مرتبہ بھی وہاں نماز ہوگئی تو وہ مسجد ہو جائے گی اور اسی طرح اگر زبان سے بول دیا کہ میں نے اسے مسجد کر دیا تو وہ جگہ مسجد ہو جائے گی۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"درمختار میں ہے:

"یزول ملکه عن المسجد بالفعل و بقوله جعلته مسجدا"

(در مختار، کتاب الوقف، ج۶، ص۳۷۹، مطبع مجتبائی، دھلی)

یعنی بانی کی ملک مسجد سے دو طرح زائل ہوتی ہے ایک یہ کہ زبان سے کہہ دے میں نے اسے مسجد کیا، دوسرے یہ کہ بے نہ کہے اور اس میں نماز کی اجازت بلا تحدید دے اور اس میں نماز مثل مسجد ایک بار بھی ہو جائے تو اس سے بھی مسجد ہو

جائے گی معلوم ہوا کہ لفظ مسجد کہنا شرط نہیں۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج ۱۶، ص ۴۰۲)

سوال: اگر کوئی شخص نماز کے لئے جگہ وقف کرے اور ساتھ ہی کہہ دے کہ اسے مسجد نہیں کرتا تو کیا یہ مسجد ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب: اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"اگر نماز کے لئے وقف کرے اور اس کے ساتھ صراحۃً مسجد ہونے کی نفی کر دے مثلاً کہے میں نے یہ زمین نماز مسلمین کے لئے وقف کی مگر میں اسے مسجد نہیں کرتا یا مگر کوئی اسے مسجد نہ کہے جب بھی مسجد ہو جائے گی اور اس کا یہ انکار باطل کہ معنی یعنی نماز کے لئے زمین موقوف پورے ہو گئے اور مذہب صحیح پر اتنا کہتے ہی مسجد ہو گئی اب انکار مسجد یت لغو ہے کہ معنی ثابت از لفظ سے انکار یا وقف مذکور سے رجوع ہے اور وقف بعد تمامی قابل رجوع نہیں۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج ۱۶، ص ۴۰۲، ۴۸۲)

ایک دوسری جگہ فرمایا:

"اگر یوں کہتے کہ ہم یہ زمین وقف نہیں کرتے صرف اس طور پر نماز کی اجازت دیتے ہیں کہ زمین ہماری ملک رہے اور لوگ نماز پڑھیں تو البتہ نہ وقف ہوتی نہ مسجد زمین مذکور جسے بالاتفاق اہل شہر نے محل نماز کیا یا تو عام زمین ملک بیت المال ہو جس میں اتفاق مسلمان بجائے حکم امام ہے یا ان کی ملک ہو یا اصل مالک بھی شامل ہو یا اس کی اجازت سے ایسا ہوا ہو یا بعد وقوع اس نے اسے جائز و نافذ کر دیا ہو، ورنہ اگر اہل شہر کسی شخص کی مملوک زمین اس کی اجازت کے نماز کے لئے وقف کر دیں اور وہ جائز نہ کرے، ہرگز نہ

وقف ہوگی نہ مسجد اگرچہ سب اہل شہر نے بالاتفاق یہ بھی کہہ دیا کہ ہم نے اسے مسجد کیا۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج ۱۶، ص ۲۸۳)

سوال: کسی مکان یا جگہ کو مسجد بنانے کے لئے وہاں پر مسجد کی شکل پر عمارت کا تعمیر کرنا ضروری ہے یا محض چاردیواری قائم کرنے سے بھی مسجد ہو جائے گی؟

جواب: کسی جگہ کو مسجد قرار دینے کے لئے نہ عمارت کی ضرورت ہے اور نہ چاردیواری کی بلکہ مسجد قرار دینے کے لئے یہ ضرور ہے کہ بنانے والا کوئی ایسا کام کرے یا ایسی بات کہے جس سے مسجد ہونا ثابت ہوتا ہو۔ لہٰذا اگر صرف مسجد کی سی عمارت بنادی اور اسے مسجد بنانے کے لئے کوئی عمل یا قول نہ کیا تو وہ عمارت مسجد نہ ہوگی۔ مسجد قرار دینے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ مسجد بنائی اور جماعت سے نماز پڑھنے کی اجازت دیدی اس صورت میں بھی مسجد ہو جائے گی اگرچہ جماعت میں دو ہی شخص ہوں مگر یہ جماعت علی الاعلان یعنی اذان واقامت کے ساتھ ہو۔ اور اگر تنہا ایک شخص نے اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھی (اور) اس طرح نماز پڑھنا جماعت کے قائم مقام ہے تو مسجد ہو جائے گی۔ اور اگر خود اس بانی نے تنہا اس طرح نماز پڑھی تو یہ مسجدیت (مسجد ہونے) کے لئے کافی نہیں بلکہ مسجدیت (مسجد ہونے) کے لئے نماز کی شرط اس لئے ہے تاکہ عام مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے اور بانی کا قبضہ تو پہلے ہی سے ہے عام مسلمانوں کے قائم مقام یہ خود نہیں ہوسکتا۔ مسجد بنانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ یہ کہہ دے۔ "میں نے اس جگہ کو مسجد کردیا تو اس کہنے

سے بھی مسجد ہو جائے گی۔ فتاوی عالمگیری میں ہے:

"رجل له ساحة لا بناء فيها امر قوما ان يصلوا فيها بجماعة فان امرهم بالصلوة فيها ابدا نصا بان قال صلوا فيها ابدا او امرهم بالصلوة مطلقا ونوى الابد صارت الساحة مسجدا وان وقت بالشهر او السنة لا تصير مسجدا"

(فتاوی الهندية، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر في المسجد، ج ۲، ص ۳۵۵، نورانی کتب خانه، پشاور)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"مسجد کے لئے چھت، منارہ، دیواریں کوئی چیز لازم نہیں، اس میں (یعنی اعلیٰ حضرت سے کئے گئے سوال میں مذکور مسجد میں) تو منبر محراب موجود ہے، یہ بھی نہ ہوتا تو بھی مسجدیت میں خلل نہیں۔ مسجد صرف اس زمین کا نام ہے جو نماز کے لیے وقف ہو یہاں تک کہ اگر کوئی شخص اپنی نری خالی زمین مسجد کو دے مسجد ہو جائے گی مسجد کا احترام اس کے لیے فرض ہو جائے گا۔"

(فتاوی رضویه، ج ۱۶، ص ۲۵۵)

○سوال: کیا مسجد کی بنیاد رکھ دینے سے کوئی جگہ مسجد ہو جاتی ہے؟

○جواب: صرف بنیاد رکھنا کافی نہیں جب تک یہ نہ کہے کہ میں نے اسے مسجد کیا۔ فتاوی رضویہ میں ہے:

"اگر سالار بخش نے مسجد کی بنا ڈالی ہے اور ابھی یہ نہ کہا کہ میں نے اسے مسجد کر دیا جب تو وہ ابھی وقف نہ ہوئی سالار بخش کی ملک ہے دوسروں کو اس میں دست اندازی نہیں پہنچتی، اور اگر اسے وقف کر چکا یہ کہہ چکا ہے کہ میں نے اسے مسجد کر دیا جب بھی اس کے بنانے کا حق اسی کو ہے اسے چاہیے کہ خود

بنائے ورنہ جو مسلمان بنانا چاہتے ہیں ان کو اجازت دے۔"

(فتاوی رضویہ، ج۱۶، ص۳۱۸)

سوال: اگر کسی نے اپنے گھر کے بالکل وسط میں مسجد بنا دی اور مسجد کا راستہ اس کے گھر سے ہو کر گزرتا ہے تو کیا وہ کسی وقت راستہ بند کر کے لوگوں کو مسجد آنے سے منع کر سکتا ہے؟

جواب: مسجد اگر مسجد کی صورت پر بنائی اور راستہ اس کا شارع عام تک جدا کر دیا اور مسلمانوں کو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دی تو بلاشبہ وہ مسجد ہو گئی (اور اگر) اس کا راستہ اسی کی ملک میں ہو کر ہو اور اس نے مسجد کے لیے راہ جدا نہ کی تو وہ مسجد نہ ہوئی اگرچہ صورت اخیرہ میں اس نے یہ بھی کہہ دیا ہو کہ میں نے اس کو وقف کیا۔

(فتاوی رضویہ، ج۱۶، ص۳۷۵،۳۷۶)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

"وکذلک ان اتخذ وسط دار مسجدا واذن للناس بالدخول فیہ، یعنی لہ ان یبیعہ ویورث عنہ لان المسجد ما لا یکون لاحد فیہ حق المنع (الی ان قال) فلم یصر مسجدا لانہ ابقی الطریق لنفسہ فلم یخلص للہ تعالی"

"اگر کسی نے اپنے گھر کے درمیان میں مسجد بنائی اور لوگوں کو اس میں داخل ہونے کی اجازت دے دی تو اس کا حکم بھی وہی ہے جو مذکور ہوا یعنی اسے فروخت کر سکتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس میں میراث بھی جاری

ہوگی کیونکہ مسجد وہ ہوتی ہے جس سے روکنے کا حق کسی کو نہ ہو (یہاں تک کہ فرمایا) پس چونکہ اس نے راستہ اپنے لیے باقی رکھا ہے لہذا وہ مسجد نہ ہوئی اس لیے کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے نہ ہوئی۔"

اگر اس مسجد کی دیواریں واقع میں مشترک ہیں ان میں کچھ حصہ عبد کا بھی ہے تو وہ مسجد سرے سے مسجد ہی نہیں، نہ اس میں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب، وہ بانی کی ملک ایک مکان ہے جسے وہ بیچ سکتا ہے اور مر جائے تو ترکہ میں تقسیم ہوگا۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۶، ص۴۴۷،۴۴۸)

○ سوال: جب بہت سے لوگ چندہ کریں اور مسجد کے لئے کوئی جگہ خرید لیں۔ تو وہ جگہ کب مسجد ہوگی؟ اب اگر وہ جگہ بیچ کر دوسری جگہ خریدنا چاہیں تو اجازت ہے یا نہیں؟

○ جواب: مسجد کے لئے جگہ خرید لینے سے وہ جگہ مسجد نہیں ہو جاتی بلکہ اس وقت مسجد ہوگی جب چندہ دینے والے تمام لوگ یا ان کا وکیل اس جگہ کے بارے میں کہہ دے کہ ہم نے اسے مسجد کر دیا۔ یہ کہنے سے پہلے باہمی مشورے سے اس جگہ کو بیچ کر دوسری جگہ خریدنے کی اجازت ہے: اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"چندہ دینے والے سب یا ان کا وکیل ماذون بعد خریداری زمین یہ کہہ دیتا کہ اس زمین کو مسجد کیا تو وہ کل مسجد ہو جاتی اور اس میں سے کسی جزو کی بیع یا کوئی تصرف مالکانہ مطلقاً حرام ہوتا ہے لیکن ظاہراً یہاں ایسا واقع نہ ہوا بلکہ زمین خریدی گئی کہ اس میں مسجد بنائی جائے گی اور بناتے میں صحیح سمت کے سبب ایک حصہ چھوٹ گیا، جس قدر میں مسجد بنی وہی مسجد سمجھی گئی اور اس میں نماز

جاری ہوئی، حصۂ مترو کہ کو اگر چندہ دہندوں یا ان کے وکیل ماذون نے وقف علی المسجد کر دیا تو اب بھی اس کی بیع ناجائز ہوئی مگر سوال سے اس صورت کو وقوع بھی ظاہر نہیں ہوتا، صرف اتنا ہوا کہ وہ چندہ دے کر اس روپے اور زمین سے بے تعلق ہو گئے اور یہ ملک سے خارج ہونے کا موجب نہیں جب تک وقف شرعی نہ پایا جائے۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج۱۶، ص۴۲۹)

◉ سوال: ایک شہر میں سب لوگوں نے اتفاق کے ساتھ ایک مکان نماز پڑھنے کے لئے بنایا اور اس کا نام عبادت گاہ رکھا مسجد نام نہیں رکھا، اسکی وجہ یہ کہ بھی آدمی نماز نہ پڑھے تو وہ عبادت گاہ بددعا نہ کرے، اب اس مکان میں بیٹھ کر لوگ دنیا کی باتیں کریں تو جائز ہے یا نہیں؟ اور اس مکان میں جمعہ وعیدین کی نماز بھی ہوتی ہے اور لکڑی کا منبر بھی رکھا گیا ہے اور پیش امام بھی ہے، تو اس عبادت گاہ میں فقط محراب نہیں ہے تو اس مکان کا مرتبہ مسجد کا ہوگا یا نہیں؟ اور اس میں دنیا کی باتیں کرنی درست ہیں یا نہیں؟

○ جواب: جب وہ مکان عام مسلمین کے ہمیشہ نماز پڑھنے کے لئے بنایا اور کسی محدود مدت سے مقید نہ کیا کہ مہینے دو مہینے یا سال دو سال اس میں نماز کی اجازت دیتے ہیں اور اس میں نماز حتی کہ جمعہ وعیدین تک ہوتے ہیں تو اس کے مسجد ہونے میں کیا شک ہے، اس میں دنیا کی باتیں ناجائز اور تمام احکام مسجد مسجد ہونے کے لئے زبان سے مسجد کہنا شرط نہیں، نہ محراب نہ ہونا کچھ منافی مسجدیت۔ مسجد الحرام شریف میں کوئی محراب نہیں، خالی زمین نماز کے لئے وقف

کی جائے وہ بھی مسجد ہو جائے گی اگرچہ یہ نہ کہا ہو اسے مسجد کیا، اس میں محراب کہاں سے آئے گی۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۶، ص ۴۸۶، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

○ سوال: مسجد اونچائی پر واقع تھی اور اس مسجد کے متصل مسجد کی دکانیں تھیں، اہل محلہ نے باہم مشورے سے ان دکانوں کی چھتوں کو بھی مسجد کر دیا تو کیا وہ چھتیں مسجد ہو جائیں گی؟

○ جواب: اگر وہ دکانیں متعلق مسجد اور اس پر وقف ہیں اور مسلمانوں نے ان کی سقف (چھت) کو داخل کر لیا تو وہ سقف بھی مسجد ہو گی۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۶، ص ۴۳۸)

○ سوال: کسی شخص کی ذاتی زمین پر قبضہ کر کے مسجد بنائی جا سکتی ہے یا نہیں؟

○ جواب: حرام ہے اور وہ جگہ مسجد نہ ہوگی اور نہ وہاں نماز پڑھنا جائز ہوگا بلکہ نماز مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ ہوگی۔

○ سوال: اگر کوئی جگہ خالی پڑی ہوئی ہو جو کسی کی ملکیت نہ ہو اور وہاں کے مسلمان اس جگہ کو مسجد بنا لیں تو وہ مسجد ہو جائے گی یا نہیں؟

○ جواب: مسجد ہو جائے گی۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"فان الارض ان کانت لبیت المال فجاز جعلهم ایاها مسجدا"

"زمین جب کہ بیت المال کی ہو تو مسلمانوں کے لیے جائز ہے کہ اسے مسجد

بنادیں۔"

(فتاوی رضویہ، ج۱۶، ص۱۱۶)

سوال: اگر کسی نے جنگل بیابان میں مسجد بنادی۔ جہاں نہ تو لوگوں کا آنا جانا ہے اور نہ وہاں کوئی آبادی ہے۔ کیا یہ شرعاً مسجد ہو جائے گی؟

جواب: جب کہ یہ صحیح ہو کہ وہ جگہ آباد نہیں ہو سکتی اور وہ مسجد کام میں بھی نہ آئے گی تو وہ مسجد نہ ہوئی، ان اینٹوں اور روپے کو دوسری مسجد میں صرف کر سکتے ہیں، عالمگیری میں ہے:

"رجل بنی مسجدا فی مفازة حیث لا یسکنها احد، وقل ما یمر به انسان لم یصر مسجدا لعدم الحاجة الی صیرورته مسجدا کذا فی الغرائب"

"اگر کسی شخص نے جنگل میں مسجد بنادی جہاں کوئی بھی نہیں رہتا اور بہت کم ہی کسی انسان کا وہاں سے گزر ہوتا ہے تو وہ مسجد نہیں ہوئی کیونکہ اس کے مسجد ہونے کی ضرورت نہیں۔"

(فتاوی ھندیہ، کتاب الکراھیة، الباب الخامس فی آداب المسجد، ج۵، ص۳۲۰، نورانی کتب خانہ، پشاور)

(فتاوی رضویہ، ج۱۶، ص۴۰۵)

سوال: ایک شخص فوت ہوا، وراثت میں ایک زمین چھوڑی۔ فوت ہونے والے کی بیوی نے اس زمین پر مسجد بنادی حالانکہ دوسرے ورثاء کا حق بھی اس جگہ میں ہے۔ کیا ایسی جگہ شرعاً مسجد ہے؟ اور کیا ایسی جگہ کو کسی کو کرایہ پر دے سکتے ہیں؟

○ **جواب :** یہ جگہ ہرگز مسجد نہ ہوگی چنانچہ فتاوی رضویہ میں ہے:

"باجماع مسلمین وہ ہرگز مسجد نہیں بلکہ ایک زمین ہے بدستور اپنے مالکوں کی ملک پر باقی کہ جب یہ عورت تنہا اس کی مالک نہیں جیسا کہ بیان سائل ہے تو وہ ساری زمین اس کے وقف کئے سے وقف نہیں ہو سکتی لان شرط الوقف الملک کما فی الھندیۃ وغیرھا (کیونکہ شرط وقف یہ ہے کہ وہ واقف کی ملک ہو جیسا کہ ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ت) نہ یہ ممکن کہ اس میں سے اس کے حصہ کو مسجد ٹھہرا دیں باقی ملک دیگر ورثہ سمجھیں کہ جب وہ غیر منقسم ہے تو اس کا حصہ معین نہیں اور مسجد بالاجماع مشاع نہیں ہو سکتی ۔۔۔۔۔ ہاں اگر باقی ورثہ سب عاقل بالغ ہوں اور سب بالاتفاق اس وقف مسجدیت کو جائز کر دیں تو اب جائز ہو جائے گی ۔۔۔۔۔ جب تک ایسا نہ کریں وہ ایک مکان ہے کہ مالکوں کو اس میں رہنا بسنا کرایہ پر دینا سب جائز ہے۔"

(فتاوی رضویہ، ج ١٦، ص ٤٠٧-٤٠٨)

○ **سوال :** یورپی ممالک اور اسی طرح امریکہ و ایشیاء کے بہت سے ممالک میں زمین کے بے انتہاء مہنگے ہونے کی وجہ سے یا دیگر وجوہات سے مسجد کی تعمیر ممکن نہیں ہوتی ایسی جگہوں پر کرایہ پر کوئی دکان یا مکان لے کر نماز کیلئے جگہ بناتے ہیں۔ کیا ایسی جگہیں شرعاً مسجد ہیں؟ ان میں ناپاکی کی حالت میں جانا کیسا ہے؟ ان میں اعتکاف ہو جائے گا یا نہیں؟

○ **جواب :** اس طرح کے سوال کے جواب میں فتاوی فقیہ ملت میں ہے جس کا خلاصہ ہے کہ مسجد کے لئے وقف ہونا شرط ہے اور کرایہ کی زمین وقف نہیں

ہوتی۔ لہٰذا کرایہ پر لی گئی دکان یا مکان حقیقی مسجد نہیں ہوگا اور نہ ہی وہاں مسجد کے احکام لاگو ہوں گے۔ وہاں ناپاکی کی حالت میں جانا جائز ہے اور ایسی جگہ پر اعتکاف بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ اعتکاف کے لئے مسجد ہونا شرط ہے بدائع الصنائع میں شرائط اعتکاف کے بیان میں ہے:

"ھذہ العبادۃ لا تؤدی الا فی المسجد"

"اعتکاف صرف مسجد میں ادا ہو سکتا ہے"۔

(ملخص از فتاوی فقیہ ملت، ج ۲، ص ۱۶۸)

● سوال: مسجد کے نیچے یا اوپر اپنی رہائش کے لئے مکان یا اپنی آمدنی کے لئے دکانیں وغیرہ بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

○ جواب: کسی جگہ کے مسجد ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے اوپر اور نیچے کسی کی ذاتی ملکیت نہ ہو اور اگر پہلے ہو تو اسے بھی مسجد ہی کی ملکیت کردیں یعنی وہ رہائش مسجد کے امام یا موذن یا خطیب کے لئے کردیں اور دکانوں کی آمدنی بھی مسجد کی ہوگی۔ اپنی ذاتی ملکیت برقرار رکھتے ہوئے کسی جگہ کو مسجد نہیں قرار دیا جا سکتا۔

● سوال: کراچی اور ممبئی جیسے بڑے شہروں میں جگہ کی شدید تنگی ہے جس کی وجہ سے ذاتی فلیٹوں کے نیچے مسجدیں بنانے کا بہت زیادہ رجحان ہے اور اس کے علاوہ جگہ بھی نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں جو مسجدیں فلیٹوں کے نیچے بنی ہوئی ہیں۔ کیا یہ شرعی مسجدیں ہیں؟ اور ان میں نماز پڑھنے سے مسجد میں نماز پڑھنے کا

ثواب ملے گا یا نہیں؟

○ جواب: جن شہروں میں جگہ کی شدید تنگی ہے جیسے کراچی اور ممبئی کی صورت حال ہے، وہاں پر فی زمانہ یہ فتویٰ ہے کہ فلیٹوں کے نیچے بنی ہوئی مسجدیں شرعی مسجدیں ہیں اور ان میں نماز پڑھنے سے مسجد میں نماز پڑھنے کا ہی ثواب ملے گا۔ ہدایہ میں امام ابو یوسف اور امام محمد علیہما الرحمۃ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے بغداد اور رَے شہر کے بارے میں جگہ کی تنگی کی وجہ سے یہی فتویٰ دیا تھا۔ وہ دونوں روایتیں اگرچہ ضعیف ہیں لیکن حرج کی وجہ سے فی زمانہ بہت زیادہ آبادی اور تنگ جگہ والے شہروں میں اسی پر فتویٰ دیا جائے گا۔ اور جن شہروں میں ایسی صورت حال نہیں ہے جیسے کوٹ ادّو، نواب شاہ، سکھر، خانیوال، گوجرہ وغیرہ ان میں ضروری ہے کہ مسجد کے اوپر اور نیچے کسی کی ذاتی ملکیت نہ ہو۔

○ سوال: ایک شخص نے نذر مانی کہ میرے ہاں اگر بیٹا پیدا ہوا تو میں مسجد تعمیر کروں گا۔ اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا لیکن تعمیر مسجد اس کے لئے مشکل ہے۔ اب وہ کیا کرے؟

○ جواب: جتنی توفیق ہے اتنی رقم تعمیر مسجد میں دیدے اور یہ دینا بھی واجب نہیں کہ مسجد تعمیر کرنے کی منت حقیقی منت نہیں۔ فتاوی رضویہ میں ہے:

"تعمیر مسجد کی نذر صحیح و لازم نہیں، بدائع و ردالمحتار میں ہے:

"من شروطه ان یکون قربة مقصودة فلا یصح النذر بالوضوء والاذان وبناء الرباطات والمساجد"

''نذر کی شرطوں میں سے یہ ہے کہ وہ قربت مقصودہ ہو لہذا وضو، اذان، خانقاہوں اور مسجدوں کی تعمیر کی نذر صحیح نہیں۔''

(فتاویٰ رضویہ، ج۱۶، ص۴۷۹)

⊙ سوال: اگر ہندو مسجد بنا کر وقف کر دے تو مسجد ہو جائے گی یا نہیں؟ اور اس جگہ جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

⊙ جواب: ہندو کے مسجد کر دینے سے مسجد نہ ہوگی، اور نہ ہی وہاں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب ملے گا لیکن جمعہ اور دیگر نمازیں ہو جائیں گی۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

''مسجد کے لئے ہندو کا وقف باطل ہے **لانہ لیس قربۃ فی دینہ الباطل** (کیونکہ اس کے باطل دین میں مسجد بنانا کوئی قربت نہیں) اگر یونہی مسجد بنالیں گے اس میں نماز ہو جائے گی اور جمعہ بھی ہو جائے گا اگر شہر یا فناء شہر میں ہو اذ **لایشترط لھا المسجد** (کیونکہ نمازوں کے لیے مسجد شرط نہیں) مگر مسجد میں پڑھنے کا ثواب نہ ملے گا۔

(فتاویٰ رضویہ، ج۱۶، ص۱۲۲)

⊙ سوال: اگر کوئی زمین کافر اور مسلمان کی مشترکہ ملکیت ہو اور دونوں مل کر اسے مسجد کر دیں تو وہ مسجد ہو جائے گی یا نہیں؟

⊙ جواب: جب وہ زمین مشترک ہے اور شرکاء میں بعض کفار بھی ہیں تو مسجد نہ ہوئی کافر مسجد بنانے کا اہل نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

" ولو جعل ذمی داره مسجدا للمسلمین وبناه کما بنی المسلمون واذن لھم بالصلوة فیه فصلوا فیه ثم مات یصیر میراثا لورثته وھذا قول الکل کذا فی جواھر الاخلاطی "

تو جب اس کافر کا مسجد کے لیے وقف صحیح نہ ہوا تو مسلمان کا وقف وقف مشاع ہوا اور وقف مشاع اگرچہ جائز ہے مگر مسجد میں بالاتفاق ناجائز۔ عالمگیری میں ہے:

" واتفقا علی عدم جعل المشاع مسجدا او مقبرة مطلقا سواء کان مما لایحتمل القسمة او یحتملھا ھکذا فی فتح القدیر "

(عالمگیری ج ۲، ص ۳۱۹، کتاب الوقف، الباب الثالث فی وقف المشاع)

سوال: اگر کوئی کافر اپنی زمین پر باقاعدہ مسجد کی طرح عمارت بنادے اور نماز پڑھنے کی اجازت دیدے تو یہ مسجد ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب: ایسی زمین مسجد نہیں ہوگی، چنانچہ بہار شریعت میں ہے:

"ذمی نے اپنے گھر کو مسجد بنایا اور اس کی شکل وصورت بالکل مسجد کی کردی اور اس میں نماز پڑھنے کو مسلمانوں کو اجازت بھی دے دی اور مسلمانوں نے اس میں نماز بھی پڑھی، جب بھی مسجد نہیں ہوگی اور اس (کافر) کے مرنے کے بعد میراث جاری ہوگی۔"

سوال: اگر مسجد کی مرمت وغیرہ کے لئے کسی کافر نے مدد کی ہو اور اس کی دی ہوئی رقم سے ہی مسجد کی مرمت کی گئی تو اس مسجد کے مسجد ہونے میں کچھ فرق پڑے گا یا نہیں؟

○جواب : مسجد قدیم کی درستی و مرمت اگر کافر کرے تو اس کی مسجدیت (یعنی مسجد ہونے) میں نقصان نہ آئے گا **لان المسجد اذا تم مسجدا لا یعود غیر مسجد ابدا** (کیونکہ مسجد بن جانے کے بعد کبھی بھی وہ غیر مسجد نہیں بن سکتی) اسی طرح اگر کوئی کافر کچی مسجد کو پکی کرادے۔ فرش اور دیواریں پختہ بنوادے جب بھی اس کی مسجدیت میں حرج نہیں اور اس میں نماز درست ہے کہ دیواریں اگرچہ ملک کافر رہیں گی کہ وہ مسجد کے لیے وقف کرنے کا اہل نہیں مگر دیواریں حقیقت مسجد میں داخل نہیں۔

(فتاوی رضویہ، ج۱۶، ص۲۹۰ تا ۲۹۱)

●سوال : اگر کوئی ہندو یا عیسائی اپنی رقم سے مسجد کا فرش بنوادے تو اس فرش پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

○جواب : جب کافر اپنی مرضی سے فرش ڈلوا رہا ہے تو اس پر نماز تو یقیناً ہوجائے گی لیکن کافر کی مدد سے بچنا چاہیے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

"یوں ہی مسالہ کہ فرش پختہ کرنے کو ڈالا چٹائی کی طرح ایک شے زائد ہے اور نماز کا جائز ہونا یوں ہوگا کہ اگرچہ وہ مسالہ ملک کافر پر رہے گا مگر اس پر نماز اس کے اذن سے ہے، **فکان کالصلاۃ فی الارض الکافر باذنه بل اولی** (تو یہ کافر کی زمین میں اس کے اذن سے نماز پڑھنے کی مانند ہوا یا اس سے بھی اولیٰ ہے)۔ ہاں ایسی چیز کا قبول کرنا مسلمانوں کو نہ چاہیے کہ مسجد کو ملک کافر سے آلودہ کرنا ہے۔ **وقد قال رسول الله ﷺ انا لا**

نستعین بمشرک (تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم مشرک سے استعانت نہیں کرتے)۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجہاد، باب فی الا ستعانة بالمشرکین، ج ۱۲، ص ۳۹۵، ادارۃ القرآن، کراچی)

اور اس میں یہ بھی قباحت ہے کہ جب وہ فرش ملک کافر پر باقی ہے تو اگر کسی وقت وہ یا اس کے بعد اس کا وارث اس پر نماز سے منع کر دے تو نماز نا جائز ہو جائے گی جب تک فرش کھود کر زمین صاف نہ کر لیں۔"

(فتاوی رضویہ، ج ۱۶، ص ۲۹۶، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

سوال: اگر کوئی مشرک اپنی زمین میں مسجد بنادے تو وہ مسجد ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب: مشرک اپنی زمین میں مسجد بنوادے اگر مشرک نے وہ زمین کسی مسلمان کو ہبہ کر دی اور مسلمان نے مسجد بنوائی تو جائز ہے اور اس میں نماز مسجد میں نماز ہے، اور اگر بے تملیک مسلم (مسلمان کو مالک کئے بغیر) اپنی ہی ملک رکھ کر مسجد بنوائی تو وہ مسجد شرعاً مسجد نہ ہوگی۔

(فتاوی رضویہ، ج ۱۶، ص ۲۹۶)

سوال: کیا مرتدوں کی بنائی ہوئی مسجد شرعاً مسجد ہے؟

جواب: مسجد وقف کرنے والے کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے لہٰذا مرتد کی وقف کی ہوئی جگہ مسجد نہیں ہو سکتی۔

سوال: مسجد، مدرسہ اور دیگر دینی کاموں میں ہندوؤں، سکھوں، عیسائیوں، یہودیوں، مرتدوں سے مدد لی جاسکتی ہے یا نہیں؟

○جواب : ان میں سے کسی سے مدد نہ لی جائے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"اگر وہ ہندو اپنی خوشی سے کسی مسلمان کو دے تو اب وہ روپیہ اس مسلمان کا ہے اسے مسجد میں لگا دینے میں کوئی حرج نہیں اور اگر وہ کسی مسلمان کو نہ دے بلکہ یہی کہے کہ وہ وصول کر کے میری طرف سے مسجد میں لگادو تو نہ لیا جائے۔

حدیث میں فرمایا:

"انی نهیت عن زبد المشرکین"

"مجھے مشرکوں کی داد و دہش سے منع کر دیا گیا ہے۔"

(جامع الترمذی، ابواب السیر، باب ماجاء فی قبول هدایا المشرکین، ج۱، ص۱۹۱، امین کمپنی، دهلی)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

"انا لانستعین بمشرک"

"بے شک ہم کسی مشرک سے مدد طلب نہیں کرتے۔"

(سنن ابو داود، کتاب الجهاد) (فتاوی رضویه، ج۱۶، ص۴۶۳)

ایک جگہ فرمایا:

"نامسلم کا عطیہ کہ اس کے اپنے مال سے ہو خصوصاً اپنے اسلامی کام میں نہ لانا چاہیے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

"انی نهیت عن زبد المشرکین"

"بے شک مجھے مشرکوں کے عطیہ سے منع کر دیا گیا ہے۔"

(فتاوی رضویه، ج۱۶، ص۴۶۷)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

"اور فرماتے ہیں میرے آقا ﷺ:

"انی لا اقبل هدیة مشرک"

"بے شک میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا۔"

(فتاوی رضویہ، ج۱۶، ص۴۶۷)

مزید فرمایا:

"اور فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ

"انا لا نقبل شیئا من المشرکین"

"بے شک ہم مشرکوں کی کوئی شے قبول نہیں کرتے۔"

(فتاوی رضویہ، ج۱۶، ص۴۶۷)

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"انا لا نستعین بمشرک"

"بے شک ہم مشرکوں سے مدد طلب نہیں کرتے۔"

(جامع الترمذی، ابواب السیر، باب ماجاء فی قبول ھدایا المشرکین، المعجم الکبیر، حدیث ۱۳۸، ۱۳۹)
(مسند احمد بن حنبل، مروی از حکیم بن حزام) (سنن ابو داود، کتاب الجهاد)
(فتاوی رضویہ، ج۱۶، ص۴۶۷)

کافروں سے تعاون لینے کے حکم کا خلاصہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے اس فتوے سے ظاہر ہے:

"مسجد میں لگانے کو روپیہ اگر اس طور پر دیتا ہے کہ مسجد یا مسلمانوں پر احسان رکھتا ہے یا اس کے سبب مسجد میں اس کی مداخلت رہے گی تو لینا جائز نہیں اور اگر نیازمندانہ طور پر پیش کرتا ہے تو حرج نہیں جب کہ اس کے عوض کوئی چیز کافر کی طرف سے خرید کر مسجد میں نہ لگائی جائے بلکہ مسلمان بطورِ خود خریدیں یا راجوں مزدوروں کی اجرت میں دیں اور اس میں بھی اسلم وہی طریقہ ہے کہ کافر مسلمان کو ہبہ کر دے مسلمان اپنی طرف سے لگائے۔"

(فتاوی رضویہ، ج۱۶، ص۵۲۰ تا ۵۲۱)

سوال : ایک ہندو قوم کی زمین ہے جس میں مسلمان مسجد بنانا چاہتے ہیں اور وہ کسی طریقہ سے زمین دینے پر راضی نہیں۔ اب مسلمانوں نے بزور مسجد تعمیر کرلی تو اس مسجد کا کیا حکم ہے یا مسجد سے متصل ہندو کی زمین تھی مسجد میں شامل کر لی گی تو اس مسجد میں نماز جائز ہوگی یا نہیں؟

جواب : ہندو یا کوئی کافر اگر اپنی خوشی سے زمین مسجد کے لیے دے جب بھی مسجد نہیں ہو سکتی کہ مسجد ہونے کے لیے نیت تقرب ضرور ہے اور کافر اس کا اہل نہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ إِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ ﴾

''مسجدیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔''

فتاوی عالمگیری میں ہے:

"لو جعل ذمی دارہ مسجدا للمسلمين وبناه كما بنى المسلمون واذن لهم بالصلاة فيه فصلوا فيه ثم مات يصير ميراثا لورثته وهذا قول الكل كذا في جواهر الاخلاطي"

''ذمی نے اپنے گھر کو مسجد بنایا اور اُسکی شکل وصورت بالکل مسجد سی کردی اور اُس میں نماز پڑھنے کو مسلمانوں کو اجازت بھی دے دی اور مسلمانوں نے اُس میں نماز بھی پڑھی جب بھی مسجد نہیں ہوگی اور اُس (کافر) کے مرنے کے بعد میراث جاری ہوگی۔''

جب کافر کی زمین اس کی رضا سے بھی نہیں ہو سکتی تو جبراً ہو لینے سے کب

مسجد ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا ہے:

﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ﴾

''مشرکوں اس کے اہل نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں حالانکہ وہ اپنے اوپر کفر کے گواہ ہیں ان کے اعمال برباد ہیں۔''

اسی آیت کے تحت تفسیرات احمدیہ میں ہے:

''فالمقصود ان اللہ تعالیٰ منع المشرکین عن تعمیر المساجد کونهم علی الشرک''

''آیت سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو حالت شرک میں مسجد کی تعمیر سے منع فرمایا ہے۔''

(تفسیرات احمدیہ، ص ۲۹۸)

⊙ سوال: زید نے مسلمان ہونے کے باوجود مسجد کے صحن کا حصہ اپنے مکان میں شامل کرلیا۔ لوگوں نے منع کیا لیکن زید پھر بھی باز نہیں آیا۔ ایسی صورت میں زید کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے اور مسلمانوں کو زید سے پوچھ گچھ کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ اور کیا زید سے کچھ رقم لے کر وہ حصہ اسے دیا جاسکتا ہے؟

○ جواب: ہر مسلمان خصوصاً متولیان مسجد (مسجد انتظامیہ) کو اس پر حق مواخذہ حاصل ہے اور فرض ہے کہ اس سے زمین نکال کر مسجد میں شامل کرنے کے لیے ہر جائز چارہ جوئی کریں۔ جو باوصف قدرت اس سے باز رہے گا شریک

عذاب ہوگا تا حد قدرت ہرگز حلال نہیں کہ اس سے کچھ روپیہ اس کے عوض لے کر چھوڑ دیں کہ یہ مسجد کا بیچنا ہوگا اور مسجد کی بیع باطل و حرام و نا ممکن ہے۔

(فتاوی رضویہ، ج ۱۶، ص [illegible])

مسلمانوں کو چاہیے کہ زید سے تعلقات توڑ دیں۔

سوال : مسجد کی دریاں اور مائیک وغیرہ عیدگاہ میں لے جا سکتے ہیں۔ یہ چند گھنٹے کے لئے عاریت ہوگی؟

جواب : یہ فعل ناجائز و گناہ ہے، ایک مسجد کی چیز دوسری مسجد میں بھی عاریۃ دینا جائز نہیں، نہ کہ عیدگاہ میں۔

(فتاوی رضویہ، ج ۱۶، ص [illegible])

سوال : ایک مسجد میں بعض لوگ ناجائز طور پر تصرف کرتے ہیں۔ مسجد کی دکانوں پر قابض ہیں اور ان کا کرایہ ادا نہیں کرتے۔ یہی صورت حال دیگر بہت سے امور کے بارے میں ہیں۔ مسجد کے قرب و جوار میں بعض ایسے لوگ رہتے ہیں جو ان چیزوں کو ختم کر سکتے ہیں لیکن وہ توجہ نہیں کرتے۔ شرعی طور پر ان کی کیا ذمہ داری ہے؟

جواب : مسجد اور اس سے متعلقہ دکان و مکان کی حفاظت ہر مسلمان پر اس کی طاقت کی بقدر فرض ہے۔ اگر مسجد میں ناجائز تصرفات کئے جا رہے ہیں تو لوگوں پر فرض ہے کہ ان کو ختم کریں اور جو شخص قدرت کے باوجود مسجد کی حفاظت کے لئے کچھ نہیں کرتا وہ بھی گناہ گار ہے۔ ہر برے کام سے روکنا مسلمان کی ذمہ

داری ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

﴿ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ☆ ﴾

"وہ (یہودی) منع نہیں کرتے تھے اس برے کام سے جو ان کی قوم کرتی تھی ۔کیا ہی برا تھا جو یہ کرتے تھے۔"

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من رای منکم منکرا فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه وذلک اضعف الایمان"

"تم میں جو شخص کسی برائی کو دیکھے اس پر لازم ہے کہ اسے اپنے ہاتھ سے روک دے اور اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اسے اپنی زبان سے منع کر دے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو اس برائی کو دل میں برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔"

مزید ایک جگہ ارشاد فرمایا:

"ان الله لا یعذب العامة بعمل الخاصة حتی یروا المنکر بین ظهرانیهم وهم قادرون علی ان ینکروه فلا ینکروا فاذا فعلوا ذلک عذب الله العامة والخاصة"

"بیشک اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کے عمل کی وجہ سے عام لوگوں کو عذاب نہیں دیتا ہاں جب برائی عام لوگوں کے درمیان موجود ہو اور وہ اسے ختم کرنے پر قادر ہوں پھر بھی اس سے منع نہ کریں تو پھر اللہ تعالیٰ عام و خاص سب کو عذاب دیتا ہے۔"

سوال: زید کے پاس مسجد کا چندہ رہتا ہے اور وہ مسجد کا متولی ہے۔ اس

نے وہ روپیہ اپنے ذاتی کاموں میں خرچ کیا اور پھر اپنی رقم مسجد میں لگادی۔ کیا زید بری الذمہ ہوگیا؟

○ جواب: بہار شریعت میں ہے:

"اگر وقف کا روپیہ اپنے کام میں صرف کردیا پھر اتنا ہی اپنے پاس سے وقف میں خرچ کردیا تو تاوان سے بری ہے، مگر ایسا کرنا جائز نہیں۔"

◉ سوال: ایک زمین مسجد کہ اس میں اور مسجد میں راہ وغیرہ کوئی فاصل نہیں، کثرت جماعت کے وقت اس میں نماز بھی ہوتی ہے اور ویسے وضو وغیرہ ضروریات مسجد کے لیے ہے کیا متولی یا دیگر مسلمین کو یہ جائز ہے کہ اسے مسجد سے توڑ کر شارع عام میں شامل کردیں چھوڑے کرایا کچھ لئے بغیر سڑک بنانے کے لیے دے دیں اور ایسا کرنا حقوق مسجد پر دست درازی کرنا ہوگا یا نہیں؟

○ جواب: بے شک ایسا کرنا حرام قطعی اور ضرور حقوق مسجد پر تعدی اور وقف مسجد میں ناحق دست اندازی ہے شرع مطہر میں بلا شرط واقف کہ اسی وقف کی مصلحت کے لیے ہو وقف کی ہیات بدلنا بھی ناجائز ہے اگرچہ اصل مقصود باقی رہے تو بالکل مقصد وقف باطل کرکے ایک دوسرے کام کے لیے دینا کیونکر حلال ہو سکتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۱۶، ص ۳۰۰-۳۰۱)

◉ سوال: کیا مسجد کے پڑوسی اپنی چھت کے شہتیر وغیرہ مسجد کی دیوار پر رکھ سکتے ہیں۔ یونہی مسجد کی دیوار سے متصل بعض لوگ چھوٹی دکانیں بنا لیتے

ہیں کیا وہ اپنی دکانوں کے لوہے کے پائپ مسجد کی دیوار میں گاڑ سکتے ہیں؟

○جواب : مذکورہ تمام افعال ناجائز و حرام ہیں اور ان سے بچنا لازم ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

فتاویٰ شامی میں ہے:

"نقل فی البحر قبله ولا یوضع الجذع علی جدار المسجد وان کان من اوقافه اھ. قلت وبه علم حکم ما یصنعه بعض جیران المسجد من وضع جذوع علی جداره فانه لا یحل ولو دفع الاجرة"

"بحرالرائق میں اس سے پہلے نقل فرمایا ہے کہ مسجد کی دیوار پر کڑی نہ رکھی جائے اگرچہ وہ کڑی خود مسجد ہی کی کسی وقفی مکان کی ہو اور یہیں سے معلوم ہوا کہ مسجد کے زیر سایہ رہنے والے بعض لوگ جو مسجد کی دیوار پر کڑیاں رکھ لیتے ہیں یہ حرام ہے اگرچہ وہ کرایہ بھی دیں جب بھی اجازت نہیں ہو سکتی۔"

(ردالمحتار، ج۳، ص۳۷۱، دار احیاء التراث العربی، بیروت) (فتاوی رضویہ، ج۱۶، ص۳۲۰)

◉سوال : ایک پرانی خام مسجد تھی اس کو شہید کر کے اس کے ۲/۳ حصہ پر پختہ مسجد تعمیر ہو گئی ہے اور ۱/۳ حصہ خالی پڑا ہے۔ کیا اس کو دوسرے کاموں میں لا سکتے ہیں مثلاً اس پر حسب ذیل عمارت بنا سکتے ہیں؟ ۱) غسل خانہ ۲) امام کے رہنے کے لئے کمرہ ۳) چٹائی و دیگر سامان رکھنے کے لئے کمرہ ۴) اور اردو قرآن شریف پڑھانے کے لئے مدرسہ؟

○ جواب: پہلی مسجد جتنے حصہ پر تھی اس کے کسی جز پر غسل خانہ، حجرہ اور مدرسہ وغیرہ بنانا جائز نہیں ہاں جو حصہ خالی پڑا ہے اگر وہ پہلے مسجد نہ تھا بلکہ فنائے مسجد تھا تو اب اس حصہ پر حجرہ اور مدرسہ وغیرہ بنا سکتے ہیں۔

(فتاویٰ فیض الرسول، ج ۲، ص ۳۷۱)

◉ سوال: بعض جگہوں پر حکومت سڑک وغیرہ تعمیر کرنے کے لئے جو جگہ لے کرتی ہے اس میں مسجد بھی آرہی ہوتی ہے۔ ایسی جگہ حکومت کی طرف سے یہ آفر ہوتی ہے کہ وہاں کے لوگ مسجد کی جگہ حکومت کو دیدیں تا کہ وہ سڑک وغیرہ میں شامل کرلیں اور اس کی جگہ حکومت دوسری جگہ مسجد کے لئے زمین اور پیسے دیدے گی۔ کیا اس طرح تبادلہ کرنا اور سڑک کی توسیع کے لئے مسجد یا اس کے کسی حصے کو ختم کر کے سڑک میں شامل کردینا جائز ہے یا نہیں؟

○ جواب: مسجد یا اس کے کسی حصے کو ختم کر کے سڑک یا کسی بھی دوسری چیز میں شامل کردینا حرام در حرام ہے۔ حکومت مسجد کے بدلے دوسری جگہ سونے کی مسجد بھی بنا کردے تو اس کے لئے حلال نہیں اور مسلمانوں کے لئے اس جگہ کا دینا جائز نہیں۔ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اجمل سنبھلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"مسجد کے کسی حصہ کا توسیع سڑک کے لئے منہدم ہونا بلاشبہ تخریب مسجد ہے۔ اور تخریب مسجد کی ممانعت خود وحی جلی قرآن کریم میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓىِٕكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْهَاۤ اِلَّا خَآىِٕفِیْنَ ؕ لَهُمْ

فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ☆﴾

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لئے جانے سے اور ان کی تخریب میں کوشش کرے۔ ان کو نہیں پہنچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں رسوائی اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

(سورہ بقرہ، پ ۱، ع ۱۴)

تفسیر احمدی میں اس آیت کریمہ تحت فرماتے ہیں:

"المقصود من ذکر الآیة انها تدل علی ان هدم المساجد وتخریبها ممنوع"

"مقصود اس آیت کے ذکر کا یہ ہے کہ آیت نے اس بات پر دلالت کی کہ مسجدوں کا گرانا اور ان کی تخریب کرنا ممنوع ہے۔"

(تفسیرات احمدیہ، ج ۱، ص ۳۰، برقی پریس، دہلی)

اس آیت اور اس کی تفسیر سے ثابت ہوگیا کہ مسجد کا انہدام وتخریب ممنوع و ناجائز ہے۔ اور مسجد کا انہدام وتخریب کرنے والا ظالم اور خدا سے نہ ڈرنے والا شخص ہے اور وہ دنیا میں رسوائی کی سزا اور آخرت میں عذاب عظیم کا مستحق ہے۔ پھر مسجد کا انہدام وتخریب بھی کس حقیر وادنی چیز کے لئے؟ عام راستہ اور سڑک کے لئے، جس کو ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے علامت قیامت قرار دیکر اس کی برائی ومذمت۔ اور قباحت وممانعت کی طرف تنبیہ کی چنانچہ وحی خفی یعنی حدیث نبوی شریف میں وارد ہے۔ جس کو طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"من اقتراب الساعة ان تتخذ المساجد طرقا"

"علامات قرب قیامت سے یہ ہے کہ مسجدوں کو راستے اور سڑک بنایا جائے گا۔"

(مسلم شریف، ج ۲، ص ۱۳۸)

دیکھو مسجد کو راستہ اور سڑک بنانے کی مذمت وممانعت خود شارع علیہ الصلوۃ والسلام کی حدیث سے بھی ثابت ہوگئی۔ تو جب قرآن وحدیث جیسے اصول سے مسجد کو راستہ اور سڑک بنانے کی ممانعت ثابت ہوگئی تو اب کسی فقہ کی کتاب پیش کرنے کی حاجت باقی نہیں رہی مگر چونکہ سوال میں مسجد کے دروازہ اور ملحقہ دو کانوں کا ذکر ہے تو (یاد رہے کہ) شرعاوعرفا دروازہ وملحقہ دوکانات احاطہ مسجد سے علیحدہ نہیں بلکہ یہ دونوں اتصال مسجد کی بنا پر شرعاً فناء مسجد میں داخل ہیں۔ چنانچہ قاضی خاں وفتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"یصح الاقتداء لمن قام علی الدکاکین التی تکون علی باب المسجد لانها من فناء المسجد متصلة بالمسجد کذا فی قاضی خان"

"اقتداء اس شخص کی بھی صحیح ہے جو ان دوکانوں پر کھڑا ہو جو دروازہ مسجد پر ہیں کیونکہ وہ دکانیں مسجد سے متصل ہونے کی بنا پر فناء مسجد میں ہیں۔"

(عالمگیری، ج ۱، ص ۶۷)

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ اتصال مسجد کی بنا پر مسجد کا دروازہ، اس کی ملحقہ دکانات فنائے مسجد قرار پائیں اور یہ طے شدہ قول ہے کہ مسجد کے لئے جو حکم

ہے وہی حکم فنائے مسجد کا ہے۔ چنانچہ اسی فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"فناء المسجد له حكم المسجد"

(عالمگیری، ج ۱، ص ۵۷)

تو جب مسجد کو راستہ و سڑک بنانا ممنوع و ناجائز ہے تو اب فنائے مسجد یعنی دروازہ مسجد اور اس کی ملحقہ دوکانات کا بھی راستہ اور سڑک بنانا ممنوع و ناجائز ثابت ہوا۔ لہٰذا کسی متولی یا اہل محلہ کو یہ حق حاصل نہیں کہ مسجد کے صحن یا دروازہ یا ملحقہ دوکانات کو راستہ اور سڑک بنانے کے لئے دیں۔ اور اس کے بدلے میں کسی دوسری زمین کو لیں۔

اسی فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"ان ارادوا ان يجعلوا شيئا من المسجد طريقا للمسلمين فقد قيل ليس لهم ذلك وانه صحيح كذا في المحيط"

"اگر قوم یہ ارادہ کرے کہ مسجد کے کسی حصہ کو مسلمانوں کے لئے راستہ بنادیں تو حکم دیا گیا کہ انہیں اس بات کا حق حاصل نہیں ہے۔ یہی قول صحیح ہے اسی طرح محیط میں ہے۔"

(عالمگیری، ج ۲، ص ۴۵۷، قیومی کانپور)

حاصل جواب یہ ہے کہ متولی یا اہل محلہ دروازۂ مسجد یا اس کی ملحقہ دوکانات کو یا مسجد یا فنائے مسجد کے کسی حصہ کو ہرگز راستہ اور سڑک کی توسیع کے لئے نہ دیں۔ نہ مسجد کی اس موقوفہ زمین سے کسی دوسری زمین کا تبادلہ کرسکیں۔"

(فتاویٰ اجملیہ، ج ۳، ص ۱۳ [illegible])

سوال: ایک جگہ مسجد کی جگہ تنگ ہوگئی۔ایک شخص یہ کہتا ہے کہ مسجد مجھے دیدو۔ میں اسے اپنے استعمال میں لاؤں گا اور اس کے بدلے اس سے زیادہ اور بہتر زمین مسجد کے لئے تمہیں دیدیتا ہوں۔ کیا اس شخص کی پیشکش کو قبول کیا جاسکتا ہے؟

جواب: مذکورہ پیشکش قبول کرنا حرام و ناجائز ہے۔ مسجد کا حکم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد بنائے اور شرط کردے کہ مجھے اختیار ہے کہ اسے مسجد رکھوں یا نہ رکھوں تو بھی اس کی شرط باطل ہوگی اور وہ جگہ مسجد ہوجائے گی یعنی مسجدیت کے ختم کرنے کا اُسے حق نہیں۔

سوال: ایک علاقے میں ایک مسجد عرصہ دراز سے چلتی آرہی ہے۔ اذان، نماز، جمعہ، عید، تراویح سب کچھ وہاں ہوتا ہے۔اب وقف کرنے والے کی اولاد میں سے بعض لوگوں نے یہ کہنا شروع کردیا ہے کہ یہ جگہ مسجد نہیں ہے نہ ہمارے بڑوں نے اس کو مسجد کیا نہ وقف کیا۔اب وہ وہ مسجد میں مالکانہ تصرفات پر اترے ہوئے ہیں۔ ایسے لوگوں کے مذکورہ دعووں کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"تمام کتابوں میں تصریح ہے کہ عام وقفوں کے ثبوت کو صرف شہرت کافی ہے پھر اس سے زیادہ اور شہرت کیا ہوگی کہ تمام مسلمان اسے مسجد جانتے ہیں، مسجد کہتے ہیں، اذانیں ہوتی، پنج گانہ جماعتیں ہوتی ہیں۔ جمعہ، عیدین ،تراویح، ختم کی امامتیں ہوتی ہیں۔ مسلمان اپنے مصارف سے اس کی مرمت، اس میں اضافہ، اس کی عمارت کرتے ہیں۔ایسی حالت میں اس

کے مسجد ہونے میں وہی شبہ کر سکتا ہے جو نرا مجنون ہو یا بن (جنگل) کا تازہ پکڑا ہوا جس نے کبھی مسجد کا نام نہ سنا یا پکا بے دین بے حیا جو ساری دنیا کی آنکھوں پر اندھیری ڈال کر خدا کا مال غصب کرنا چاہے۔"

(فتاوی رضویہ، ج۱۶، ص۳۲۰)

مزید فرمایا:

"فتاوی عالمگیری جلد سوم ص ۱۳۷ میں ہے:

" وتقبل الشهادة فى الوقف بالتسامع وان صرحابه لان الشاهد ربما يكون سنه عشرين سنة وتاريخ الوقف مائة سنة فيتيقن القاضى ان الشاهد يشهد بالتسامع لا بالعيان فاذن لا فرق بين السكوت والافصاح"

"وقف میں شہادت کے طور پر سماعت کی گواہی مقبول ہے اگرچہ گواہ سماعت کی تصریح کر دیں کیونکہ بسا اوقات گواہ کی عمر بیس سال ہوتی ہے اور وقف سو سال سے ہوتا ہے چنانچہ قاضی کو یقین سے علم ہوتا ہے کہ گواہ سنی ہوئی گواہی دے رہا ہے نہ کہ دیکھی ہوئی لہذا اس صورت میں سماع سے خاموشی اور سماع کی تصریح کرنے میں کوئی فرق نہ ہوگا۔"

(فتاوی هندية، كتاب الوقف) (فتاوی رضویہ، ج۱۶، ص۳۲۶)

◎ سوال: ایک مسجد کی چھت پر جانے کے لئے سیڑھی باہر سے نکالی گئی تھی۔ اب اندر سے سیڑھی بنائی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے مسجد کی آدھی صف اس کی لپیٹ میں آگئی ہے۔ کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

○ جواب: ناجائز ہے۔ فتاوی رضویہ میں ہے:

"خود بانی نے کہ جامع مسجد بنا کر اس مسجد کے ایک حصہ زمین میں اس کا زینہ بنایا یہ بھی ناجائز ہے کہ مسجد بعد تمامی مسجدیت کسی تبدیل کی متحمل نہیں۔ واجب ہے کہ اسے بھی زائل کر کے اسے خاص مسجد ہی رکھیں۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج۶، ص۴۲۲)

سوال: جامع مسجد بمبئی کے گیارہ مشاورین میں سے اکثرین نے یہ قرارداد منظور کی کہ مسجد کے اوقاف کی آمد سے مسجد کے احاطہ میں جو کھلی جگہ ہے وہاں باغیچہ قائم کیا جائے اور درخت اور کنڈیاں نصب کئے جائیں اور اس کے انتظام کے لیے ایک باغبان مشاہرہ سے رکھا جائے، اطلاعا گزارش ہے کہ جس زمین پر باغیچہ تیار کرنا منظور ہے وہ جگہ پیشتر سے نماز پڑھنے کے لیے عیدین اور یوم الجمعہ میں استعمال کی جاتی ہے پس اس حالت میں مشاورین مسجد کو اوقاف مسجد سے ایسا خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جس زمین پر زمانہ قدیم سے نمازیں ہوتی تھیں اس پر باغیچہ بنا کر لوگوں کو ادائے نماز سے روکنا مشاورین مسجد کے لیے شرعا جائز ہے یا نہیں؟ اگر وہ لوگ یہ کام کریں تو انہیں ان کے عہدوں سے معزول کیا جائے یا نہیں؟

جواب: وقف کو اس کی ہیئت سے بدلنا جائز نہیں اگرچہ مقصود واحد ہو، مثلاً کسی مسجد پر دکانیں وقف ہیں کہ ان کا کرایہ مسجد میں صرف ہوتا ہے انہیں حمام کر دیا جائے اور اس کا کرایہ مسجد کو دیا جائے یا حمام کا کرایہ مسجد پر وقف تھا اسے دکانیں کر دیا جائے یہ ناجائز ہے حالانکہ مقصود یعنی کرایہ واحد ہے۔ عالمگیریہ میں ہے:

" لایجوز تغییر الوقف عن ہیئتہ فلایجعل الدکان خانا "

" وقف کی ہیئت میں تبدیلی کرنا جائز نہیں لہذا دکان کو سرائے بنا دینا جائز نہیں۔"

نہ کہ خلاف مقصود اور وہ بھی محض بے سود و مردود، باغیچہ امراء کے مکانوں کی زینت ہوتا ہے، بیت اللہ کی زینت ذکر اللہ ہے، ولہذا علماء نے مساجد میں پیڑ لگانا منع فرمایا اور فرمایا کہ مساجد کو یہود و نصاری کے کنیسوں گرجوں سے مشابہ نہ کرو۔ پھر اس میں نمازیوں پر جمعہ و عیدین میں تنگی ہے اور جو مسلمانوں پر تنگی کرے اللہ اس پر تنگی کرے گا من ضیق ضیق اللہ علیہ (جس نے تنگی کی اللہ تعالی اس پر تنگی فرمائے گا۔) اس میں منع خیر (نیکی سے روکنا) ہے اور مناع للخیر (نیکی سے روکنے والے) کی مذمت کلام اللہ میں ہے، اس محل زمین متعلق مسجد کو نماز سے روکنا ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِیْ خَرَابِهَاؕ اُولٰٓىٕكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْهَاۤ اِلَّا خَآىٕفِیْنَ ط لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ☆﴾

"اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لئے جانے سے اور ان کی تخریب میں کوشش کرے۔ ان کو نہیں پہونچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں رسوائی اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔"

(سورہ بقرہ، ع ۱۴، پ ۱) (فتاوی ہندیہ، کتاب الوقف) (فتاوی رضویہ، ج ۱۶، ص ۱۶۵ تا ۵۰۲)

◉ سوال: مسجد کی دریاں اور لاؤڈ اسپیکر وغیرہ کرایہ پر دے سکتے ہیں؟

○ جواب: (اگر مسجد کی دریاں اور لاؤڈ اسپیکر) کرایہ پر دینے کے لیے وقف ہوں تو متولی دے سکتا ہے مگر وہ جو مسجد پر اس کے استعمال میں آنے کے لیے وقف ہیں انہیں کرایہ پر دینا لینا حرام کہ جو چیز جس غرض کے لیے وقف کی گئی دوسری غرض کی طرف اسے پھیرنا ناجائز ہے اگرچہ وہ غرض بھی وقف ہی کے فائدہ کی ہو۔

(فتاویٰ رضویہ، ج۱۶، ص۴۰۲)

◉ سوال: اگر مسجد کو رقم کی شدید ضرورت ہو اور چندے کے ذریعے اس ضرورت کو پورا کرنا ممکن نہ ہو تو مسجد کا ساؤنڈ سسٹم کرایہ پر دے کر اس ضرورت کو پورا کیا جا سکتا ہے؟

○ جواب: ہاں اگر مسجد کو حاجت ہو مثلاً مرمت کی ضرورت ہے اور روپیہ نہیں تو بمجبوری اس کا مال اسباب اتنے دنوں کرایہ پر دے سکتے ہیں جس میں وہ ضرورت دفع ہو جائے، جب ضرورت نہ رہے پھر ناجائز ہو جائے گا۔

"ولا یواجر فرس السبیل الا اذا احتیج الی النفقة فیواجر بقدر ما ینفق وھذہ المسئلة دلیل علی ان المسجد اذا احتاج الی النفقة تواجر قطعة منه بقدر ماینفق علیه فی سبیل الله"

"وقف شدہ گھوڑا کرایہ پر نہیں دیا جا سکتا ہاں اگر اس کے اخراجات کے لیے مجبوری ہو تو اتنے وقت کے لیے دیا جا سکتا ہے جس سے اخراجات پورے ہو سکیں اور یہ مسئلہ دلیل ہے اس پر کہ اگر اخراجات مسجد کے سلسلہ میں حاجت ہو تو ان اخراجات ضروریہ کی فراہمی کے لیے وقف کا کوئی حصہ کچھ وقت کے

لے کرایہ پر دیا جا سکتا ہے۔"

(خلاصہ، ج۲، ص۵۲۰)

سوال : مسجد کا فرش اور لکڑیاں جو خراب ہو جاتی ہیں سوائے مسجد کے اور کسی کام میں انہیں استعمال کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ کیا کرنا چاہیے؟

جواب : فرش جو خراب ہو جائے کہ مسجد کے کام کا نہ رہے۔ جس نے وہ فرش مسجد کو دیا تھا وہ اس کا مالک ہو جائے گا جو چاہے کرے اور اگر مسجد ہی کے مال سے تھا تو متولی بیچ کر مسجد کے جس کام میں چاہے لگا دے اور مسجد کی لکڑیاں یعنی چوکھٹ، کواڑ، کڑی، تختہ، یہ بیچ کر خاص عمارت مسجد کے کام میں صرف ہو لوٹے، رسی، چراغ، بتی، فرش چٹائی کے کام میں نہیں لگا سکتے، پھر ان کی چیزوں کی بیچ کافر کے ہاتھ نہ ہو بلکہ مسلمان کے ہاتھ۔ اور مسلمان ان کو بے ادبی کی جگہ استعمال نہ کرے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج۱۶، ص۴۰۶ تا ۴۰۷)

سوال : مسجد کی لائٹ کب تک استعمال کر سکتے ہیں؟

جواب : تہائی رات تک لائٹ جلا سکتے ہیں اگرچہ جماعت ہو چکی ہو اس سے زیادہ کی اجازت نہیں ہاں اگر واقف نے شرط کر دی ہو یا وہاں تہائی رات سے زیادہ جلانے کی عادت ہو تو جلا سکتے ہیں اگرچہ شب بھر کی ہو۔ مسجد کے چراغ سے کتب بینی (مطالعہ) اور درس و تدریس تہائی رات تک تو مطلقاً کر سکتا ہے اگرچہ جماعت ہو چکی ہو اور اس کے بعد اجازت نہیں مگر جہاں اس کے بعد تک جلنے کی

عادت ہو۔ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"عالمگیریہ میں ہے:

"لو وقف على دهن السراج للمسجد لا يجوز وضعه جميع الليل بل بقدر حاجة المصلين ويجوز الى ثلث الليل ونصفه اذا احتيج اليه للصلوة فيه كذا في السراج الوهاج ولايجوز ان يترك فيه كل الليل الا في موضع جرت العادة فيه بذلك كمسجد بيت المقدس ومسجد النبي ﷺ ومسجد الحرام او شرط الواقف تركه فيه كل الليل كما جرت به العادة في زماننا كذا في البحر الرائق"

"اگر مسجد کے چراغ کے تیل کے لیے کوئی وقف کیا تو تمام رات چراغ روشن رکھنا جائز نہ ہوگا بلکہ صرف نمازیوں کی ضرورت کے مطابق اور تہائی رات تک، اگر ضرورت ہو تو نصف رات تک روشن رکھا جائے تاکہ نمازی عبادت کر سکیں۔ یونہی السراج الوہاج میں ہے اور تمام رات چراغ روشن رکھنا جائز نہیں، ہاں ایسے مقامات جہاں ایسی عادت جاری چلی آرہی ہے، جیسا کہ مسجد بیت المقدس اور مسجد نبوی اور مسجد حرام میں ہے، یا واقف نے تمام رات روشن رکھنے کی شرط لگا رکھی ہو جیسا کہ ہمارے زمانہ میں یہ عادت بن چکی ہے، بحر الرائق میں یونہی ہے۔"

(فتاوی هندیه، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، نورانی کتب خانه، پشاور)

(فتاوی رضویه، ج۱۶، ص۲۳۵ تا ۲۳٦)

● **سوال:** شادی بیاہ کے موقع پر نعت خوانی کے لئے مسجد کے مائیک اور

اسپیکر کو یا مسجد کی دریوں کو استعمال کرنا جائز ہے؟

○جواب : مسجد کی کسی بھی چیز کو اس کے موقع محل سے ہٹا کر استعمال نہیں کر سکتے۔ بہار شریعت میں ہے:

"مسجد کی اشیاء، مثلاً لوٹا چٹائی وغیرہ کو کسی دوسری غرض میں استعمال نہیں کر سکتے مثلاً لوٹے میں پانی بھر کر اپنے گھر نہیں لیجا سکتے اگرچہ یہ ارادہ ہو کہ پھر واپس کر جاؤں گا اس کی چٹائی اپنے گھر یا کسی دوسری جگہ بچھانا ناجائز ہے۔ یونہی مسجد کے ڈول رسی سے اپنے گھر کے لئے پانی بھرنا یا کسی چھوٹی سے چھوٹی چیز کو بے موقع اور بے محل استعمال کرنا ناجائز ہے۔"

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"ہرگز جائز نہیں یہاں تک کہ اگر ایک مسجد میں لوٹے حاجت سے زائد ہوں اور دوسری میں نہیں تو اس کے لوٹے اس میں بھیجنے کی اجازت نہیں۔"

◉سوال : مسجدوں کی صفوں اور اس طرح کے دیگر سامان کو بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

○جواب : جب تک ایسی چیزیں قابل استعمال ہیں تب تک بیچنا ناجائز ہے اور قابل استعمال نہ رہیں تو دو صورتیں ہیں۔ اگر کسی نے اپنے ذاتی مال سے یہ چیزیں دیں تھی اور وہ آدمی معلوم ہے تو اسے واپس کر دیں اور معلوم نہیں تو کسی فقیر کو دیدیں یا قاضی کی اجازت سے کسی مسجد میں لگا دیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ صفیں وغیرہ مسجد کے مال سے خریدی گئیں ایسی صورت میں اسے بیچ کر اس کی رقم مسجد

میں خرچ کریں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"آلات یعنی مسجد کا اسباب جیسے بوریا، مصلی، فرش، قندیل، وہ گھاس کہ گرمی کے لئے جاڑوں میں بچھائی جاتی ہے وغیرہ ذلک، اگر سالم و قابل انتفاع ہیں اور مسجد کو اُن کی طرف حاجت ہے تو اُن کو بیچنے کی اجازت نہیں، اور اگر خراب و بیکار ہوگئی یا معاذ اللہ بوجہ ویرانی مسجد اُن کی حاجت نہ رہی تو اگر مال مسجد سے ہیں تو متولی، اور متولی نہ ہو تو اہل محلہ متدین امین باذن قاضی بیچ سکتے ہیں، اور اگر کسی شخص نے اپنے مال سے مسجد کو دیے تھے تو مذہب مفتیٰ بہ پر اس کی ملک کی طرف عود کرے گی جو چاہے کرے، وہ نہ رہا ہو اور اُس کے وارث وہ بھی نہ رہے ہوں یا پتا نہ ہو تو اُن کا حکم مثل لقطہ ہے کسی فقیر کو دے دیں، خواہ باذن قاضی کسی مسجد میں صرف کردیں۔"

(فتاوی رضویہ، ج۱۶، ص۲۶۵)

● سوال: مسجد میں خرید و فروخت کرنا یا اجرت پر کام کرنا کیسا ہے؟

○ جواب: ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جب کسی کو مسجد میں خرید یا فروخت کرتے دیکھو تو کہو خدا تیری تجارت میں نفع نہ دے۔"

(ترمذی شریف)

بہار شریعت میں ہے:

"بیع و شراء وغیرہ ہر عقد مبادلہ مسجد میں منع ہے صرف معتکف کو اجازت ہے جب کہ تجارت کے لئے خرید نا بیچنا نہ ہو بلکہ اپنی اور بال بچوں کی ضرورت

سے ہو اور وہ شے مسجد میں نہ لائی گئی ہو۔۔۔۔ درزی کو اجازت نہیں کہ مسجد میں بیٹھ کر کپڑے سیے ہاں اگر بچوں کو روکنے اور مسجد کی حفاظت کے لئے بیٹھا تو حرج نہیں یو ہیں کاتب کو مسجد میں بیٹھ کر لکھنے کی اجازت نہیں جب کہ اجرت پر لکھتا ہو اور بغیر اجرت کے لکھتا ہو تو اجازت ہے جب کہ کتاب کوئی نری نہ ہو یو ہیں معلم اجیر کو مسجد میں بیٹھ کر تعلیم کی اجازت نہیں اور اجیر نہ ہو تو اجازت ہے۔"

(عالمگیری، ج۱، ص ۱۱۰)

ہاں بہت زیادہ مجبوری ہے جیسے دوسری جگہ نہیں یا دوسری جگہ تو ہے مگر بہت مہنگی ہے اور خریدنے کی استطاعت نہیں اور تعلیم کی ضرورت ہے تو مسجد میں پڑھا سکتے ہیں۔"

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"مسجد میں کسی چیز کا مول لینا بیچنا خرید و فروخت کی گفتگو کرنا ناجائز ہے مگر معتکف کو اپنی ضرورت کی چیز مول لینی وہ بھی جب کہ مبیع مسجد سے باہر ہی رہے مگر ایسی خفیف و نظیف و قلیل شے جس کے سبب نہ مسجد میں جگہ رکے نہ اس کے ادب کے خلاف ہو اور اسی وقت اسے اپنے افطار یا سحری کے لیے درکار ہو۔"

(فتاوی رضویہ، ج۱۶، ص ۳۱۳)

مزید فرمایا:

"تجارت کے لیے بیع وشرا کی معتکف کو بھی اجازت نہیں۔ اشباہ میں ہے:

"یمنع من البیع والشراء لغیر معتکف و یجوز لہ بقدر حاجتہ

ان لم یحضر السلعة "

'' مسجد میں بیع وشراء غیر معتکف کے لیے ممنوع ہے اور معتکف کو بقدر حاجت جائز ہے جب کہ سامان بیع مسجد میں نہ لایا جائے۔''

ردالمحتار میں ہے:

" بشرط ان یکون للتجارة بل یحتاجه لنفسه او عیاله بدون احضار السلعة "

'' بشرطیکہ وہ تجارت کے لیے نہ ہو بلکہ معتکف کو اپنی ذات یا اہل وعیال کے لیے اس کی ضرورت ہو اور وہ سامان بھی مسجد میں حاضر نہ کیا گیا ہو''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وشرائکم وبیعکم وخصوماتکم ورفع اصواتکم "

'' اپنی مسجدوں کو بچاؤ اپنے نا سمجھ بچوں اور مجنونوں کے جانے اور خرید و فروخت اور جھگڑوں اور آواز بلند کرنے سے۔''

(الاشباہ والنظائر۔ الفن الثالث۔ القول فی احکام المسجد) (ردالمحتار۔ کتاب الصلوۃ، باب مایفسد الصلوۃ)

(سنن ابن ماجہ، ابواب المساجد) (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۶، ص ۳۱۳)

ایک اور جگہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" اذا رایتم من یبیع او یبتاع فی المسجد فقولوا لا اربح اللہ تجارتک واذا رایتم من ینشد ضالة فی المسجد فقولوا لا رد اللہ علیک "

''جب تم کسی کو مسجد میں کچھ بیچتے یا مول لیتے دیکھو تو اس سے کہو اللہ تیری تجارت میں نفع نہ دے، اور جب کسی کو دیکھو کہ اپنی کوئی گم شدہ چیز مسجد میں لوگوں سے پوچھتا ہے تو اس سے کہو اللہ تجھے تیری چیز نہ ملائے۔''

(جامع الترمذی، کتاب البیوع، باب النھی عن البیع فی المسجد) (فتاویٰ رضویہ، ج٦، ص ...)

سوال: اگر کوئی شخص اپنی زمین یا مکان یا دکان کی آمدنی مسجد کی بہتری کے کاموں کے لئے وقف کر دے تو اس رقم کو کس کام میں خرچ کیا جائے گا؟

جواب: مسجد کی بہتری کے ہر کام میں اس رقم کو خرچ کیا جا سکتا ہے اور اس ضمن میں سیکڑوں کام داخل ہو جائیں گے چند کام بہار شریعت میں مذکور ہیں:

''کسی نے اپنی جائداد مصالح مسجد کے لئے وقف کی ہے تو امام، موذن، جاروب کش، فراش، دربان، چٹائی، جائے نماز، قندیل، تیل، روشنی کرنے والا، وضو کا پانی، لوٹے، رسی، ڈول، پانی بھرنے والے کی اجرت اس قسم کے مصارف مصالح میں شمار ہوں گے۔ مسجد چھوٹی بڑی ہونے سے ضروریات و مصالح کا اختلاف ہوگا۔''

سوال: مسجد کے متصل ایک مکان مسجد پر وقف ہے۔ اب مسجد میں جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے اس مکان کو مسجد میں شامل کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر واقعی جماعت میں تنگی ہوتی ہے تو اس جگہ کو مسجد میں شامل کر لینا جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''اگر مسجد تنگ ہو جماعت میں دقت ہوتی ہے جگہ کی حاجت ہے تو یہ زمین مسجد میں شامل کر دی جائے ورنہ نہیں کہ وہ مسجد کے لیے وقف ہے نہ کہ مسجد کر لینے کے لیے۔ عالمگیری میں ہے:

بھی الفقار ہے کہ مسجد کو وسیع کریں اُس میں حوض اور کنواں اور ضرورت کی چیزیں بنائیں۔ وضو اور پینے کیلئے مٹکوں میں پانی رکھوائیں جھاڑ ہانڈی فانوس وغیرہ لگائیں۔ بانی مسجد کے ورثہ کو منع کرنے کا حق نہیں جب کہ وہ اپنے مال سے ایسا کرنا چاہتے ہوں۔ اور اگر بانی مسجد اپنے پاس سے کرنا چاہتا ہے اور اہل محلہ اپنی طرف سے تو بانی مسجد بہ نسبت اہل محلہ کے زیادہ حقدار ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''ہندیہ پھر طحاوی پھر شامی میں ہے:

مسجد مبنی اراد رجل ان ینقضہ و یبنیہ ثانیا احکم من البناء الاول لیس لہ ذلک لانہ لا ولایۃ لہ، مضمرات. الا ان یخاف ان ینہدم، تاتارخانیہ. وتاویلہ ان لم یکن البانی من اہل تلک المحلۃ اما اہلہا فلہم ان یہدموا و یجددوا بناءہ لکن من مالہم لا من مال المسجد الا بامر القاضی''

''تعمیر شدہ مسجد کو اگر کوئی شخص پہلی سے مضبوط عمارت بنانا چاہے تو اسے یہ اختیار نہیں کیونکہ اس کو یہ ولایت حاصل نہیں ہے، مضمرات۔ مگر اس صورت میں جب عمارت منہدم ہونے کا خطرہ ہو، تاتارخانیہ۔ اس کی تاویل یہ ہے کہ وہ تعمیر کرنے والا محلہ دار نہ ہو اور اگر وہاں کا محلہ دار ہو تو محلے والوں کو اختیار ہے گرا کر دوبارہ تعمیر کریں لیکن اپنے مال سے نہ کہ مسجد کے مال سے۔ ہاں اگر قاضی کی اجازت ہو تو مسجد کا مال خرچ کر سکتے ہیں۔''

(فتاوی ہندیہ، کتاب الوقف) (فتاوی رضویہ، ج ۱۶، ص ۲۳۷)

سوال: ہمارے محلے میں ایک مسجد ہے جسے بناتے ہوئے کوئی خاص منصوبہ بندی نہ کی گئی تھی جس کی وجہ سے اس کا دروازہ اس طرف ہے جس طرف نمازیوں کو آنے میں پریشانی ہوتی ہے۔ کیا انتظامیہ کے لئے جائز ہے کہ وہ اس طرف کا دروازہ بند کر کے دوسری طرف دروازہ بنا دیں؟

جواب: اگر پہلے دروازے کو برقرار رکھتے ہوئے دوسرا دروازہ بنانا ممکن ہے تو یونہی کریں کہ نمازی حضرات عموماً دونوں طرف سے آتے ہیں اور اگر دوسرا دروازہ بنانے کی صورت میں پہلے دروازے کو برقرار رکھنے کا کوئی فائدہ نہ ہو تو اسے بند کر کے دوسری طرف دروازہ بنا سکتے ہیں۔ بہار شریعت میں ہے:

"اہل محلہ کو یہ بھی اختیار ہے کہ مسجد کا دروازہ دوسری جانب منتقل کریں اور اگر اس باب میں رائیں مختلف ہوں تو جس طرف کثرت ہو اور اچھے لوگ ہوں انکی بات پر عمل کیا جائے۔"

سوال: مسجد کی تعمیر میں کچھ سریا بچ گیا اس کا کیا کیا جائے؟

جواب: اس سریے کو بیچ کر مسجد کی عمارت ہی کے کسی کام میں صرف کیا جائے۔ اس سے مسجد کے پانی، گیس، بجلی کے بلوں کی ادائیگی یا صفیں وغیرہ خریدنے میں خرچ کرنا جائز نہیں۔

سوال: ایک مسجد کی تعمیر کے لئے چندہ لیا گیا لیکن تعمیر مسجد کے بعد وہ چندہ بچ گیا تو کیا کسی دوسری مسجد کی تعمیر میں اس چندہ کو خرچ کیا جاسکتا ہے؟

جواب: چندہ دینے والے کو اس کا چندہ لوٹا دیا جائے لیکن اگر چندہ

دینے والے کا علم نہ ہو تو کسی دوسری مسجد میں خرچ کردیں۔ اور بالفرض کسی مسجد میں بھی خرچ کرنے کی ضرورت نہیں تو فقراء کو دیدیں۔ یہ حکم ہر چندے کا ہے خواہ وہ محفل میلاد کے لئے کیا گیا ہو یا گیارہویں شریف کے لئے یا کسی بھی دوسرے کام کے لئے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"ایسے چندوں سے جو روپیہ فاضل بچے وہ چندہ دہندگان کا ہے انہیں کی طرف رجوع لازم ہے وہ دیگ وغیرہ جس امر کی اجازت دیں وہی کیا جائے، ان میں جو نہ رہے اس کے عاقل بالغ وارثوں کی طرف رجوع کیا جائے۔"

(فتاوی رضویہ، ج ۱۶، ص ۱۳۲)

ایک اور جگہ فرمایا:

"درمختار میں ہے:

"ان لم یکن بیت المال معمورا او منتظما فعلی المسلمین تکفینه فان لم یقدروا سالوا الناس له ثوبا فان فضل شیء رد للمتصدق ان علم والا کفن به مثله والا تصدق به مجتبی"

"اگر بیت المال میں مال نہ ہو یا کوئی منتظم نہ ہو تو مسلمان پر لازم ہے کہ اس کو کفن پہنائیں اور اگر کوئی قادر نہ تو لوگوں سے چندہ لیا جائے اور کفن کے چندہ سے کچھ بچ جائے یہ چندہ دینے والا معلوم ہو تو اسے لوٹا دیا جائے ورنہ اس سے ایسے ہی کسی فقیر کو کفن پہنا دیا جائے، یہ بھی نہ ہو سکے تو کسی فقیر کو صدقہ کردیا جائے۔"

(درمختار، باب صلوۃ الجنازۃ)(فتاوی رضویہ، ج ۱۶، ص ۱۳۱)

ایک اور جگہ فرمایا:

"چندہ کا جو روپیہ کام ختم ہو کر بچے لازم ہے کہ چندہ دینے والوں کو حصہ رسد واپس دیا جائے یا وہ جس کام کے لیے اب اجازت دیں اس میں صرف ہو، بے ان کی اجازت کے صرف کرنا حرام ہے، ہاں جب ان کا پتہ نہ چل سکے تو اب یہ چاہیے کہ جس طرح کے کام کے لیے چندہ لیا تھا اسی طرح کے دوسرے کام میں اٹھائیں مثلاً تعمیر مسجد کی چندہ تھا مسجد تعمیر ہو چکی تو باقی بھی کسی مسجد کی تعمیر اٹھائیں۔ غیر کام مثلاً تعمیر مدرسہ میں صرف نہ کریں اور اگر اس کا دوسرا کام نہ پائیں تو وہ باقی روپیہ فقیروں کو تقسیم کر دیں۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج۱۶، ص۲۰۶)

سوال: مسجد کے ہوتے ہوئے اسے چھوڑ کر دوسری مسجد بنانا کیسا ہے؟

جواب: مسجد بنانا تو بہت بڑا ثواب کا کام ہے لیکن پہلی مسجد کو چھوڑ دینا یعنی وہاں نماز بالکل ترک کر دینا حرام و ناجائز ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"مسجد بنانا باعث اجر عظیم ہے جس طرح ممکن ہو کوشش کی جائے وہ مسجد بھی آباد رہے اور یہ بھی آباد۔ وہ ثواب لینا چاہتا ہے تو اس کے لیے بھی امام مقرر کرے اگر کسی طرح یہ ممکن ہو بلکہ اگر معلوم ہو کہ اس مسجد کا بننا اسے ویران کر دے گا تو ہرگز نہ بنائے کہ مسجد کا ویران کرنا حرام قطعی ہے اور اسے شہید کرنا حرام قطعی، اور آباد مسجد کی اینٹ وغیرہ دوسری مسجد میں لگا دینا حرام قطعی قال اللہ تعالیٰ:

﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى

فِیْ خَرَابِهَا﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اس سے ظالم تر کون ہو سکتا ہے جو مساجد میں اللہ کے ذکر سے روکے اور ان کی بربادی کی سعی کرے۔"

(القرآن الکریم، پ۱، ص۱۱۱) (الفتاوی رضویہ، ج۱۶، ص۳۰۰)

◉ سوال: ایک مسجد کی جدید تعمیر روشنی وغیرہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اس طرح ہو رہی ہے کہ مسجد کے ہال کا کچھ حصہ صحن میں اور صحن کا کچھ حصہ مسجد میں شامل ہو رہا ہے۔ کیا یہ جائز ہے؟

○ جواب: جائز ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

"فی التتار خانیة سئل ابو القاسم عن اهل مسجد اراد بعضهم ان یجعلوا المسجد رحبة والرحبة مسجدا او یتخذوا له بابا او یحولوا بابه عن موضعه وابی بعض ذلک قال اذا اجتمع اکثرهم وافضلهم لیس للاقل منعهم"

"تاتارخانیہ میں ہے کہ امام ابوالقاسم سے یہ سوال کیا گیا کہ بعض اہل مسجد ایک مسجد کو صحن اور صحن کو مسجد بنانا، مسجد کا دروازہ بنانا اور سابق دروازے کو اس کی جگہ سے تبدیل کرنا چاہتے ہیں جب کہ بعض اس کا انکار کرتے ہیں تو کیا حکم ہے، آپ نے فرمایا کہ اکثر اور افضل حضرات متفق ہیں تو اقل کو اختیار نہیں کہ انہیں منع کریں۔"

(رد المحتار، کتاب الوقف، ج۳، ص۳۸۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

◉ سوال: پرانی مسجد کو شہید کر کے اسی مقام پر یا کچھ فاصلے سے ہٹ کر

دوسری جگہ مسجد جدید کوئی بنوادے تو اس بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

○ جواب : مسجد کو اس لیے شہید کرنا کہ وہ جگہ ترک کردیں گے اور دوسری جگہ مسجد بنائیں گے مطلقاً حرام ہے۔ **قال اللہ تعالیٰ:**

﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اس سے ظالم تر کون ہوسکتا ہے جو مساجد میں اللہ کے ذکر سے روکے اور ان کی بربادی کی سعی کرے۔"

اور اگر اس لیے شہید کی کہ یہیں از سرِ نو اس کی تعمیر کرائے تو اگر یہ امر بے حاجت و بلا وجہ صحیح شرعی ہے تو لغو و عبث و بے حرمتی مسجد و تضیع مال ہے اور یہ سب ناجائز ہے۔

(فتاوی رضویہ، ج۱۶، ص۳۸۴ تا ۳۸۵)

ایک جگہ فرمایا:

"اور اگر بمصلحت شرعی ہے مثلاً اگر اس میں اور زمین شامل کرکے توسیع کی جائے گی یا بنا کمزور ہوگئی ہے محکم بنائی جائے گی تو اصل بانی مسجد ورنہ اہل محلہ کو اس میں اختیار ہے۔"

(فتاوی رضویہ، ج۱۶، ص۳۰۰)

◉ سوال : مسجد کی تعمیر میں جو ملبہ بچ جائے اس کا کیا کیا جائے؟

○ جواب : مسجد کا جو ملبہ بچ جائے۔ اگر کسی دوسرے وقت مسجد کے کام

میں آنے کا ہو اور رکھنے سے بگڑے نہیں تو محفوظ رکھیں ورنہ بیچ دیں اور اس کی قیمت مسجد کی عمارت ہی میں لگائیں۔ لوٹے، بوریہ، تیل بتی (بجلی) وغیرہ میں صرف نہیں ہوسکتا۔

(فتاوی رضویہ، ج ۱۶، ص ۴۳۷)

سوال: زید نے مسجد کے خرچ کے لیے لکڑی اینٹ وغیرہ دی ہے اور کام کے وقت کوئی شے استعمال میں نہیں آئی، رکھے رہنے سے خراب ہونے کا احتمال ہے، ایسی صورت میں جس شخص نے کہ وہ شے دی تھی واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟ یا وہ شے فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد کے استعمال میں آسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: وہ شخص واپس نہیں لے سکتا جب کہ مسجد کے لیے مسجد انتظامیہ کو سپرد کر چکا ہو بلکہ وہ اشیاء حاجت مسجد کے لیے محفوظ رکھی جائیں اور اس میں دقت ہو تو بیچ کر قیمت خاص تعمیر و مرمت مسجد کے لیے محفوظ رکھیں۔ تیل، بتی، لوٹے، چٹائی میں اسے صرف نہیں کر سکتے۔ اسعاف پھر بحر الرائق پھر عالمگیریہ میں ہے:

"وان قوما بنوا مسجدا و فضل من خشبهم شئی قالوا یصرف الفاضل فی بنائه ولا یصرف الی الدهن والحصیر هذا اذا اسلموا الی المتولی لیبنی به المسجد والا یکون الفاضل لهم یصنعون به ما شاؤوا"

"اگر ایک قوم نے مسجد بنائی اور اس کی لکڑیوں میں سے کچھ بچ گئیں۔ مشائخ فرماتے ہیں ان کو مسجد کی تعمیر میں ہی صرف کیا جائے گا، مسجد کے لیے تیل اور چٹائی میں صرف نہیں کر سکتے۔ یہ اس وقت ہے جب انہوں نے متولی کے

سپرد کردیا ہو کہ وہ اس سے مسجد بنوائے اگر سپرد نہیں کی تو وہ انہیں کا ہے جو چاہیں اس کے ساتھ کریں۔"

(فتاوی ھندیہ، کتاب الوقف) (فتاوی رضویہ، ج۱۶، ص۴۸۸)

◉ سوال: مسجد کی آمدنی سے کوئی دکان یا مکان اس نیت سے خریدنا کیسا ہے؟ کہ رقم رکھی رہے گی تو کوئی فائدہ نہ دے گی لہٰذا کوئی مکان یا دکان خرید لی جائے تاکہ مسجد کو آمدنی ہوتی رہے۔

○ جواب: جائز ہے۔ بہار شریعت میں ہے:

"مسجد کی آمدنی سے دکان یا مکان خریدنا کہ اس کی آمدنی مسجد میں صرف ہوگی اور ضرورت ہوگی تو بیع کردیا جائے گا یہ جائز ہے جبکہ متولی کے لئے اس کی اجازت ہو۔"

◉ سوال: جو مکان یا دکان مسجد پر وقف ہو اسے بیچ کر مسجد پر خرچ کیا جا سکتا ہے؟

○ جواب: وہ (چیز) کہ واقف نے مسجد پر وقف کی ہے اسے کوئی نہیں بیچ سکتا، نہ متولی، نہ اہل محلہ، نہ حاکم، نہ کوئی، ہاں اس کی آمدنی سے جو جائداد متولی نے وقف کے لیے خریدی وہ مسجد کے لیے بیچ ہو سکتی ہے۔ متولی اور اہل محلہ اور سنی دیندار عالم اور دیانتدار مسلمانوں کے مشورہ سے جس میں غبن اور تغلب کا احتمال نہ رہے۔

(فتاوی رضویہ، ج۱۶، ص۴۲۸)

◉ سوال: ایک شخص مسجد کا موذن ہے اور اس شخص موذن نے حجرہ مسجد جو وقف تھا اس میں اپنا دخل اور تصرف مالکانہ کر کے ایک مکان اوپر اس حجرہ کے بنایا

ہے اور حجرہ وقف کو اپنے مالکانہ تصرف اور ماتحت میں لاتا اور اس میں خانہ داری وسکونت کرتا ہے۔ کیا شریعت میں یہ جائز ہے یا ناجائز اور اہل محلہ اس کو خارج کر سکتے ہیں یا نہیں؟

○ **جواب :** حجرہ اگر سکونت موذن کے لیے واقف نے وقف کیا تھا اور اس نے اس کے اوپر کوئی عمارت اپنے روپے سے وقف کے لیے بنا کر اس میں سکونت کی تو اس پر الزام نہیں، نہ یہ کوئی تصرف مالکانہ ہے بلکہ مطابق شرط واقف ہے اور اگر (وہ) حجرہ مسجد کے دیگر مصارف کے لیے وقف ہوا تھا جن میں سکونت موذن (موذن کی رہائش) داخل نہیں، تو بے شک ناجائز ہے اور متمان مسجد اسے خارج کر سکتے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۶، ص ۴۱۷)

◉ **سوال :** مسجد کی ایک دکان ایک سال کے لئے تین ہزار روپے ماہانہ کرایہ پر دی گئی، ایک مہینے بعد دوسرا شخص چار ہزار روپے ماہانہ کرایہ پر لینے کی آفر کرتا ہے۔ کیا اس بنا پر پہلے شخص سے دکان خالی کرائی جا سکتی ہے یا اس پہلے شخص کے کرایے میں اضافہ کیا جا سکتا ہے؟

○ **جواب :** جب ایک سال کے لئے اس سے معاہدہ ہو چکا تو اس سے پہلے کسی کی آفر پر نہ تو پہلے سے دکان خالی کرائی جا سکتی ہے اور نہ اس سے کرایے میں اضافے کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔

◉ **سوال :** مسجد کی دکانوں کو پگڑی پر بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

○ **جواب:** مسجد کی دکانیں ہوں یا مدرسہ کی یا اپنی ذاتی کسی کو بھی پگڑی پر دینا حرام وناجائز ہے۔

◉ **سوال:** مسجد یا مدرسے کا مکان کسی کو عاریتاً چند روزہ رہائش کے لئے دیا جاسکتا ہے؟

○ **جواب:** ناجائز ہے اور رہنے والے کو اتنے دنوں کا کرایہ دینا پڑے گا۔

◉ **سوال:** مسجد کے اوپر یا نیچے دکانیں بنانا کیسا ہے؟

○ **جواب:** مسجد کے نیچے کرایہ کی دکانیں بنائی جائیں یا اوپر مکان بنایا جائے جن کی آمدنی مسجد میں صرف ہوگی تو حرج نہیں یا مسجد کے نیچے ضرورت مسجد کے لئے تہہ خانہ بنایا کہ اُس میں پانی وغیرہ رکھا جائے گا یا مسجد کا سامان اُس میں رہے گا تو حرج نہیں مگر یہ اس وقت ہے کہ مسجد قرار دینے سے پہلے دکانیں یا مکان بنالیا ہو جبکہ مسجد ہو جانے کے بعد اسکے نیچے اوپر دکان یا مکان نہیں بنا سکتے مثلاً ایک مسجد کو منہدم کر کے پھر سے اُسکی تعمیر کرنا چاہیں اور پہلے اُسکے نیچے دکانیں نہ تھیں اور اب اس جدید تعمیر میں دکان بنوانا چاہیں تو نہیں بنا سکتے کہ یہ تو پہلے ہی سے مسجد ہے اب دکان بنانے کے یہ معنی ہونگے کہ مسجد کو دکان بنایا جائے۔

◉ **سوال:** مسجد کے وسیع وعریض خالی پڑے ہوئے صحن میں دکانیں بنائی جاسکتی ہیں یا نہیں؟

○ **جواب:** فرش مسجد کو دکانیں کرنا چاہتے ہیں، یہ حرام اور سخت حرام ہے،

ادا کرتے رہیں۔ یوں وقف میں تبدیلی بھی نہ ہو گی اور مدرسہ کی ضرورت بھی پوری ہو جائے گی لیکن اس صورت میں اس بات کا مکمل انتظام کر لیا جائے کہ ایسی صورت نہ ہونے پائے جس سے مسجد کی جگہ بالکل ہی مدرسہ میں تبدیل ہو جائے۔ اور کرایے والی صورت ہی ختم ہو جائے۔

سوال: مسجد کے اوپر مدرسہ بنانا یا مدرسہ کے اوپر مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جس نے مسجد کے لئے زمین وقف کی اگر اس نے زمین کو مسجد کر دینے سے پہلے اوپر مدرسہ بنا دیا تو جائز ہے یونہی اوپر مسجد کر دینے سے پہلے نیچے مدرسہ بنا دیا تو جائز ہے لیکن اگر اوپر یا نیچے پہلے مسجد بنا دی اور بعد میں مدرسہ کی نیت کی تو جائز نہیں درمختار ہے:

"لو بنى فوقه بيتا للامام لا يضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدية ثم اراد البناء منع"

"اگر مسجد کے اوپر امام کے لئے گھر بنایا تو کچھ حرج نہیں کیونکہ امام کا گھر مسجد کی مصلحتوں میں سے ہے بہر حال اگر مسجد ہونا مکمل ہو چکا ہو پھر بنانے کا ارادہ کیا تو جائز نہیں۔"

بہار شریعت حصہ دہم صفحہ ۸۷:

"مسجد کی چھت پر امام کے لئے بالا خانہ بنانا چاہتا ہے اگر قبل تمام مسجد یت ہو تو بنا سکتا ہے اور مسجد ہو جانے کے بعد نہیں بنا سکتا اگر چہ کہتا ہوں کہ مسجد

ہونے کے پہلے سے میری نیت بنانے کی تھی بلکہ اگر دیوار مسجد پر حجرہ بنانا چاہتا ہو تو اس کی بھی اجازت نہیں یہ حکم خود واقف اور بانی مسجد کا ہے لہٰذا جب اسے اجازت نہیں تو دوسرے بدرجہ اولیٰ نہیں بنا سکتے اگر اس قسم کی کوئی ناجائز عمارت چھت یا دیوار پر بنادی گئی تو اسے گرادینا واجب ہے"۔

اور در مختار میں ہے:

"لو تمت المسجدية ثم اراد البناء منع ولو قال عنيت ذلك لم يصدق تاترخانية فاذا كان هذا في الواقف فكيف بغيره فيجب هدمه ولو على جدار المسجد"

(فتاویٰ فیض الرسول، ج ۲، ص ۳۰۶)

سوال: مدرسے کی چھت پر تعمیر مسجد ہوسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: مدرسہ کی چھت پر مسجد بیت کی طرح مسجد تعمیر ہوسکتی ہے۔ لیکن اگر مسجد عام بنانا چاہیں اور مدرسہ کی زمین وقف ہے تو اس کی چھت پر مسجد عام کی تعمیر نہیں ہوسکتی کہ مسجد عام کے لئے زمین کا اللہ کی ملکیت میں ہونا ضروری ہے۔ اور مدرسہ کی موقوفہ زمین مسجد کی ملکیت نہیں ہوسکتی۔

"لانه تغيير الوقف وتغيير الوقف لا يجوز هكذا في الهندية"

ہاں اگر مدرسہ کسی کی ملکیت میں ہو اور وہ مدرسہ کو مسجد میں دے دے تو اس صورت میں اس کی چھت پر مسجد عام بنانا بھی جائز ہے۔

(فتاویٰ فیض الرسول، ج ۲، ص ۳۶۵، ۳۶۶)

سوال: مسجد و مدرسہ کی تعمیر کا کیا حکم ہے؟

حدیث میں ہے:

"ولا یبنی علیہ"

اور قبر کو بضرورت مسجد میں داخل کر سکتے ہیں مگر اس طرح کہ قبر کے آس پاس سے دیوار اٹھالیں اتنی کہ دیواریں قبر سے اونچی ہو جائیں پھر چھت ڈال دیں تاکہ قبر تہہ خانہ میں رہے۔

◉ سوال: مسجد میں جوتے اتارنے کی جگہ نہیں ہے۔ کیا مسجد میں ایک صف کی مقدار جگہ لے کر اسے جوتے اتارنے کی جگہ بنایا جا سکتا ہے؟

○ جواب: فتاوی رضویہ میں ہے:

"مسجد کے ایک حصہ کو مسجد سے خارج کر دیا گیا اور اسے جوتا اتارنے کی جگہ بنایا یہ بھی تصرف باطل و مردود و حرام ہے، اوقاف میں تبدیل و تغیر کی اجازت نہیں۔

(فتاوی رضویہ، ج ۱۶، ص ۴۶۷)

◉ سوال: ایک علاقے میں مسجد تعمیر کی گئی اس وقت کی آبادی کے اعتبار سے مسجد کافی تھی لیکن بعد میں بعض علوم کی اکیلوں کی وجہ وہاں پر آبادی میں کافی اضافہ ہو گیا اور مسجد کی جگہ کم پڑ گئی خصوصاً عصر و مغرب میں اور بطور خاص جمعہ اور رمضان میں تو جگہ کی بہت قلت ہوتی ہے۔ مسجد سے متصل ایک طرف سڑک ہے اور ایک طرف ایک آدمی کا مکان ہے۔ اگر مکان مل جائے اور کچھ حصہ سڑک کا شامل کر لیا جائے تو بہت سہولت ہو جائے گی لیکن مکان کا مالک مکان دینے پر راضی نہیں۔ ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

○ جواب: اگر نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے مسجد تنگ ہوگئی اور مسجد کے پہلو میں کسی شخص کی زمین ہے تو اُسے خرید کر مسجد میں اضافہ کریں اور اگر وہ نہ دیتا ہو تو واجبی قیمت دیکر جبراً اُس سے لے سکتے ہیں۔ لیکن سرکاری طور پر دیکھ لیا جائے کہ بعد میں فتنے نہ کھڑے ہوں اور مسجد کو نقصان نہ اٹھانا پڑے۔ یونہی اگر مسجد کے پہلو میں کوئی زمین یا مکان ہے جو اس مسجد کے نام وقف ہے یا کسی دوسرے کام کے لئے وقف ہے تو اُسکو مسجد میں شامل کر کے اضافہ کرنا جائز ہے البتہ اسکی ضرورت ہے کہ قاضی سے اجازت حاصل کرلیں البتہ قاضی نہ ہونے کی صورت میں اہل محلّہ کا مشترکہ فیصلہ کافی ہے۔ یونہی اگر مسجد کے برابر وسیع راستہ ہو اُس میں سے اگر کچھ حصہ مسجد میں شامل کرلیا جائے جائز ہے۔ جبکہ راستہ تنگ نہ ہو جائے اور اُس کی وجہ سے لوگوں کا حرج نہ ہو۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"خلاصہ میں ہے:

"ارض وقف علی مسجد والارض بجنب ذلک المسجد وارادوا ان یزید وافی المسجد شیئا من الارض جاز"

"ایک زمین مسجد کے لیے وقف ہوئی اور اس مسجد کے پہلو میں زمین ہے اہل محلّہ نے ارادہ کیا کہ مسجد میں کچھ اضافہ اس زمین سے کریں تو جائز ہے۔"

(فتاوی رضویہ، ج ١٦، ص ٣٠١)

◉ سوال: مسجد سے متصل ایک خالی پلاٹ ہے جو کسی کی ملکیت نہیں۔ مسجد میں جگہ تنگ ہے۔ کیا اس پلاٹ کو یا اس کے کچھ حصے کو مسجد میں داخل کر سکتے

ہیں؟

○جواب: اگر ایسی ضرورت ہے تو اس پلاٹ کو یا اس پلاٹ کے بقدر ضرورت حصے کو مسجد میں داخل کر سکتے ہیں۔ فتاوی رضویہ میں ہے:

"قوم بنوا مسجدا واحتاجوا الی مکان لیسع المسجد واخذوا من الطریق وادخلوہ فی المسجد ان کان یضر باصحاب الطریق لا یجوز وان کان لا یضر بھم رجوت ان لا یکون بہ باس کذا فی المضمرات وھو المختار کذافی خزانۃ المفتین"

"لوگوں نے مسجد بنائی تو انہیں مسجد کو وسیع کرنے کے لیے کچھ جگہ کی ضرورت پڑی اور انہوں نے راستہ سے کچھ جگہ لے کر مسجد میں داخل کر لی، اگر اس سے راستہ والوں کو ضرر ہو تو ناجائز ہے اور اگر ضرر نہ ہو تو مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہ ہوگا۔"

نیز فتاوی عالمگیری میں اس کے بارے میں یہ ہے:

"فی نوادر ھشام سالت محمد بن الحسن عن نھر قریۃ کثیرۃ الاھل لا یحصی عددھم وھو نھر قناۃ او نھر واد لھم خاصۃ، واراد قوم ان یعمروا بعض ھذا النھر ویبنوا علیہ مسجدا ولا یضر ذلک بالنھر ولا یتعرض لھم احد من اھل النھر، قال محمد رحمہ اللہ تعالی یسعھم ان یبنوا ذلک المسجد للعامۃ او المحلۃ کذا فی المحیط"

"ہشام نے نوادر میں کہا میں نے امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے

دریافت کیا ایک کثیر آبادی والے قصبے میں ایک نہر ہے جو کہ جنگل یا پہاڑ کے نالے کی صورت میں ہے اور وہ خاص انہی لوگوں کی ہے اب کچھ لوگوں کا ارادہ ہوا کہ وہ نہر کے کچھ حصہ پر تعمیر کر کے مسجد بنادیں، اس سے نہ تو نہر کو کوئی نقصان ہے اور نہ ہی نہر والوں میں سے کسی کو کوئی اعتراض ہے تو امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو ایسی مسجد بنانے کا اختیار ہے چاہے وہ مسجد اہل محلہ کے لیے بنائیں یا عام لوگوں کے لیے، جیسا کہ محیط میں ہے۔"

(فتاوی ہندیہ، کتاب الوقف) (فتاوی رضویہ، ج ۱۶، ص ۳۰۲)

سوال: کیا معتکف فنائے مسجد میں جا سکتا ہے؟

جواب: جا سکتا ہے۔ فتاوی رضویہ میں ہے:

"فصیل مسجد بعض باتوں میں حکم مسجد میں ہے۔ معتکف بلا ضرورت اس پر جا سکتا ہے، اس پر تھوکنے یا ناک صاف کرنے یا نجاست ڈالنے کی اجازت نہیں، بیہودہ باتیں، قہقہے سے ہنسنا وہاں بھی نہ چاہیے اور بعض باتوں میں حکم مسجد نہیں۔ اس پر اذان دیں گے، اس پر بیٹھ کر وضو کر سکتے ہیں۔ جب تک مسجد میں جگہ باقی ہو اس پر نماز فرض میں مسجد کا ثواب نہیں، دنیا کی جائز قلیل بات جس میں چپقلش ہو نہ کسی نمازی یا ذاکر کی ایذا اس میں حرج نہیں۔"

(فتاوی رضویہ، ج ۱۶، ص ۴۹۰)

سوال: مسجد کے لئے قرض لیا جا سکتا ہے؟

جواب: شدید ضرورت میں قرض لینا جائز ہے جبکہ کسی اور طریقے سے رقم کا حصول ممکن نہ ہو۔ فتاوی رضویہ میں ہے:

"متولی کو وقف پر قرض لینے کی دو شرط سے اجازت ہے ایک یہ کہ امر ضروری

ومصالح لابدی وقف کے لیے باذن قاضی شرع قرض لے اگر وہاں قاضی نہ ہو خود لے سکتا ہے، دوسرا یہ کہ وہ حاجت سوائے قرض اور کسی سہل طریقہ سے پوری نہ ہوتی ہو مثلاً وقف کا کوئی ٹکڑا اجارہ پر دے کر کام نکال لینا۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج۱۶، ص۵۷۶)

⊙ سوال: مسجد میں اپنے لئے یا کسی دینی کام کے لئے چندے کا اعلان کرنا کیسا ہے؟

○ جواب: مسجد میں سوال کرنا تین طرح سے ہوتا ہے۔ (۱) اپنی ذات کے لئے۔ (۲) کسی دوسرے محتاج مسلمان کے لئے۔ (۳) مسجد یا کسی اور دینی کام کے لئے۔ ان میں پہلی صورت ممنوع ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"مسجد میں اپنے لیے مانگنا جائز نہیں اور اسے دینے سے بھی علماء نے منع فرمایا ہے یہاں تک کہ امام اسمٰعیل زاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو مسجد کے سائل کو ایک پیسہ دے اسے چاہیے کہ ستر پیسے اللہ تعالیٰ کے نام پر اور دے کہ اس پیسہ کا کفارہ ہوں، اور کسی [illegible] کے لیے یا مسجد [illegible] کسی اور ضرورت دینی کے لیے چندہ کرنا جائز اور سنت سے ثابت ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج۱۶، ص۴۱۸)

بہار شریعت میں ہے:

"مسجد میں سوال کرنا حرام ہے اور اس سائل کو دینا بھی منع ہے مسجد میں گم شدہ چیز تلاش کرنا منع ہے حدیث میں ہے جب دیکھو کہ کوئی گمی ہوئی چیز مسجد میں تلاش کرتا ہے تو کہو خدا اس کو تیرے پاس واپس نہ کرے کہ مسجدیں اس

ہیں اس حدیث کو مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔"

سوال: بعض اوقات مسجد میں سائل کھڑے ہو کر سوال کرنا شروع کر دیتے ہیں، ایسی صورت میں اگر انہیں منع کیا جائے تو دل میں خیال آتا ہے کہ کہیں کسی مجبور و پریشان کی بد دعا نہ لگ جائے۔ ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

جواب: اگر مسجدوں میں اس قسم کا کوئی بورڈ لکھ کر لگا دیا جائے تو امید ہے کہ اس کا تدارک ہو جائے گا۔ بورڈ پر یہ عبارت لکھ دیں: "مسجد میں اپنے لئے سوال کرنا جائز نہیں لہٰذا کوئی شخص مسجد میں سوال نہ کرے بلکہ امام صاحب سے رابطہ کریں۔ امام صاحب خود ان کے لئے نماز کے بعد اعلان کر دیں گے۔" اس طرح کے بورڈ تمام مسجدوں میں لگا دیے جائیں اور امام صاحبان ان پر عمل بھی کریں تو بہت مسجدوں میں مانگنے کا سلسلہ کم ہو جائے گا۔

مزید ایک کام یہ کریں کہ اگر کوئی نماز کے بعد اپنے لئے سوال کرنے لگے تو اسے نرمی سے منع کر کے امام صاحب خود اعلان کر دیں اور نمازیوں میں مسئلہ بھی بیان کر دیں کہ مسجد میں اپنی ذات کے لئے اعلان کرنا اور ایسے اعلان کرنے والے کو مسجد میں دینا بھی منع ہے جبکہ کسی دوسرے مسلمان کا امداد کے لئے سفارش کرنا سنت ہے۔

سوال: عید گاہ یا مسجد میں وعظ یا چندہ اسلامی مذہبی کاموں کے لیے کرنا عام مسلمانوں کو جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو متولی کو اس کے روکنے کا حق ہے یا نہیں؟

○ **جواب:** مسجد میں کار خیر کے لیے چندہ کرنا جائز ہے جب کہ شور وچپقلش نہ ہو خود احادیث صحیحہ سے اس کا جواز ثابت ہے، مسجد میں وعظ کی بھی اجازت ہے جب کہ واعظ عالم دین سنی صحیح العقیدہ ہو اور نماز کا وقت نہ ہو، ان دونوں باتوں کو کہ منکرات سے خالی ہوں متولی یا کوئی منع نہیں کر سکتا، ہاں اگر چندہ امر شر کے لیے ہو اگرچہ اسے کیسا ہی امر خیر کہا جائے جیسے نیچریوں کے کالج یا وہابیوں کے مدرسہ کے لیے یا اس میں شور وغل ہو یا واعظ بدمذہب یا بے علم یا روایات موضوع کا بیان کرنے والا ہو یا لوگ نماز پڑھ رہے ہوں اور اس نے وعظ شروع کر دیا کہ ان کی نماز میں خلل آتا ہو تو ایسی صورت میں متولی اور ہر مسلمان کو روک دینے کا اختیار ہے۔

(فتاوی رضویہ، ج۱۶، ص ۳۶۱ تا ۳۶۲)

◉ **سوال:** امام مسجد کو مسجد کی رقم سے تنخواہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

○ **جواب:** امام کی تنخواہ اگر اتنی ہے کہ جو واجبی طور پر ہونی چاہیے تو مسجد کی رقم سے تنخواہ دینا جائز ہے اور اگر متولی نے اتنی زیادہ تنخواہ مقرر کر دی کہ دوسرے لوگ اتنی نہیں دیتے تو مسجد کی رقم سے اس تنخواہ کا دینا جائز نہیں۔ متولی اپنی طرف سے دے اگر مسجد کی رقم سے دے گا تو تاوان دینا پڑے گا بلکہ اگر امام کو معلوم ہے کہ مسجد کی رقم سے یہ تنخواہ دیتا ہے تو اسے لینا بھی جائز نہیں۔ فتح القدیر جلد پنجم صفحہ ۴۵۰ میں ہے:

"للمتولی ان یستاجر من یخدم المسجد بکنسہ و نحو ذلک

باجرة مثله او زيادة يتغابن فيها فان كان اكثر فالاجارة له وعليه الدفع من مال نفسه ويضمن لو دفع من مال الوقف وان علم الاجير ان ما اخذ من مال الوقف لا يحل له"

(فتاوی فیض الرسول، ج ۲، ص ۳۷۱)

◉ **سوال:** مسجد کی تعمیر و مرمت اور اس میں امام و خطیب کا تقرر کرنا کس کا حق ہے؟

○ **جواب:** جس نے مسجد بنوائی تو مرمت اور لوٹے، چٹائی، چراغ، بتی وغیرہ کا حق اسی کو ہے اور اذان و اقامت کا اہل ہے تو اس کا بھی وہی مستحق ہے ورنہ اس کی رائے سے ہو۔ یونہی اس کے بعد اس کی اولاد اور کنبے والے غیروں سے اولی ہیں۔

(عالمگیری، ج ۱، ص ۱۱۰)

بانی مسجد نے ایک کو امام و موذن کیا اور اہل محلہ نے دوسرے کو تو اگر وہ افضل ہے جسے اہل محلہ نے پسند کیا ہے تو وہی بہتر ہے اور اگر برابر ہوں تو جسے بانی نے پسند کیا وہ ہوگا۔

◉ **سوال:** اگر امام اپنی جگہ کسی دوسرے شخص کو نائب مقرر کر کے کہیں جائے تو ان دنوں کی تنخواہ امام کو ملے گی یا اس نائب کو؟

○ **جواب:** وہ تنخواہ امام ہی کو ملے گی اور امام نے جو نائب کے ساتھ طے کیا ہوگا وہ نائب کو ملے گا۔ جیسے امام کی تین دن کی تنخواہ چھ سو روپے ہے اور امام نے اپنے نائب سے تین دن کے تین سو روپے کی بات کی تو مسجد کی طرف سے چھ سو

امام کو دیے جائیں گے اور امام خود تین سو روپے نائب کو دے گا انتظامیہ بذات خود نائب کو رقم نہیں دے گی۔ بہار شریعت میں ہے:

"امام نے اگر چند روز کے لئے کسی کو اپنا قائم مقام مقرر کردیا ہے تو یہ اس کا قائم مقام ہے مگر وقف کی آمدنی سے اسکو کچھ نہیں دیا جاسکتا کیونکہ امام کی جگہ اس کا تقرر نہیں ہے اور جو کچھ امام نے اسکے لئے مقرر کیا ہے وہ امام سے لے گا اور خود امام نے اگر سال کے اکثر حصہ میں کام کیا ہے تو کل وظیفہ پانے کا مستحق ہے۔"

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"امام دوسرے کو اپنا نائب مقرر کرسکتا ہے..... وظائف امامت کا مستحق اصل ہوگا اور نائب صرف اس قدر لے سکے گا جو اصل نے اس کے لیے معین کیا۔"

(فتاوی رضویہ، ج ۱۶، ص ۳۱۱۔۳۵۰)

○ سوال: امام صاحبان سے جو اجارہ کیا جاتا ہے یہ کتنی مدت کے لئے ہوتا ہے؟

○ جواب: جتنی مدت اجارے میں طے ہوئی اتنی مدت کے لئے اجارہ ہوگا اور اگر کوئی مدت مقرر نہ کی تو ہر مہینے اجارہ نیا ہوتا رہے گا اور ہر مہینے کے اختتام پر اجارہ ختم کیا جاسکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"جب عام رواج یہی ہے کہ کوئی مدت اجارہ معین نہیں کی جاتی کہ سال بھر کے لیے تجھے امام کیا یا چھ مہینے کے لیے بلکہ صرف امامت اور اس کے مقابل ماہوار اتنا پانے کا بیان ہوتا ہے تو اجارہ صرف پہلے مہینے کے لیے صحیح ہوا اور ہر

ماہ اجیر و مستاجر ہر ایک کو دوسرے کے سامنے اس کے فسخ کر دینے کا اختیار ہوتا ہے۔"

(فتاوی رضویہ، ج۱٦، ص۳٤٦)

سوال: مسجد کے امام و موذن کو اگر کوئی زیادہ تنخواہ دے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: موذن و جاروب کش وغیرہ کو متولی اُسی تنخواہ پر نوکر رکھ سکتا ہے جو واجبی طور پر ہونی چاہیے اور اگر اتنی زیادہ تنخواہ مقرر کی جو دوسرے لوگ نہ دیتے ہوں تو مال وقف سے اس تنخواہ کا ادا کرنا جائز نہیں اور دیگا تو تاوان دینا پڑیگا بلکہ اگر موذن وغیرہ کو معلوم ہے کہ مال وقف سے یہ تنخواہ دیتا ہے تو لینا بھی جائز نہیں۔

سوال: امام مسجد کیسا ہونا چاہیے؟

جواب: امام مسجد سُنی، صحیح عقیدے والا، طہارت کے مسائل جاننے اور عمل کرنے والا، معذور شرعی نہ ہو، قراءت درست ہو، اعلانیہ گناہ کرنے والا نہ ہو، نماز کے احکام جانتا ہو، فتاوی رضویہ میں ہے:

"امام مسجد صحیح العقیدہ، صحیح الطہارۃ، صحیح القراءت، غیر فاسق معلن، عالم احکام نماز و طہارت ہونا چاہیے۔ جس میں کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے جماعت کی قلت و نفرت پیدا ہو۔"

(فتاوی رضویہ، ج۱٦، ص٤١٨)

سوال: امام مسجد کا اپنے حجرے کے باہر اپنے نام کے ساتھ علامہ مولانا لکھنا کیسا ہے؟

○ جواب: یہ کہنا کہ میں عالم ہوں اگر کسی وقت کسی ضرورت و مصلحت شرعی کے سبب ہے تو حرج نہیں، حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو خود عالم کہا تھا۔ قرآن پاک میں ہے:

﴿ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ ﴾

"بے شک میں حفاظت والا، علم والا ہوں۔"

اور اگر بلا ضرورت ہے تو جہل اور خود نمائی ہے، خود ستائی کے لیے ہے تو سخت گناہ ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَا تُزَکُّوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ ﴾

"اپنی پاکیزگی مت بیان کرو۔"

حدیث میں ہے:

"من قال انا عالم فھو جاھل"

"جو یہ کہے کہ میں عالم ہوں وہ جاہل ہے۔"

(المعجم الاوسط، حدیث ٦٨٤٦، ج٧، ص ٤٣٣، مکتبۃ المعارف، الریاض) (فتاوی رضویہ، ج١٦، ص ٤٢٦)

البتہ یہ یاد رہے کہ اگر کسی کے حجرے پر اس طرح لکھا ہو تو اس پر بدگمانی کرنا حرام ہے۔

◉ سوال: کیا امام مسجد اور مدرس نوکر ہوتے ہیں؟ اور کیا ان کو بلا وجہ امامت و تدریس سے فارغ کیا جا سکتا ہے؟

○ جواب: بغیر عذر شرعی کے امام کو خارج کرنے کا متولی وغیرہ کسی کو حق نہیں۔ درمختار میں ہے:

"لایجوز عزل صاحب وظیفة بغیر جنحة"

"کسی صاحب وظیفہ کو بغیر جرم کے معزول کرنا جائز نہیں۔"

امام اگر کسی قوم کا تنخواہ دار ہے تو وہ ان کا نوکر ضرور ہے مگر نہ خدمت گار بلکہ مخدوم جیسے علماء وقضاۃ وسلاطین، کہ بیت المال سے وظیفہ پاتے ہیں مگر وہ رعایا کے خدمت گار نہیں ہو سکتے۔ حدیث میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

"اجعلوا ائمتکم خیارکم فانهم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم"

"اپنے افضل لوگوں کو اپنا امام بناؤ کہ وہ تم میں اور تمہارے رب میں واسطہ ہیں۔"

(سنن الدار قطنی، ج۲، ص۸۸) (فتاویٰ رضویہ، ج۱۶، ص۵۸۶)

مزید فرمایا:

"ہاں بایں معنے امام وعلماء وقضاۃ وسلاطین سب خادم ہو سکتے ہیں کہ سید القوم خادمهم (قوم کا سرداران کا خادم ہوتا ہے) یعنی اسے قوم کے آرام وتربیت کی ہر وقت ایسی فکر چاہیے جیسے خادم کو مخدوم کے کام کی۔"

کنز العمال، حدیث۱۷۵۱۷) (فتاویٰ رضویہ، ج۱۶، ص۵۸۷)

سوال: ایک امام کو سال میں کتنی چھٹیاں کرنے کی اجازت ہے؟ اور کیا اسے ان چھٹیوں کی تنخواہ بھی ملے گی؟

جواب: اس طرح کے معاملات کا دارومدار عرف پر ہوتا ہے۔ جہاں جس طرح کا عرف رائج ہے وہاں امام کو اتنی ہی چھٹیاں کرنے کی اجازت ہوتی

چاہیے اور اجارہ کرتے وقت عرف کا خیال رکھا جائے اور بالفرض اگر کسی جگہ کا عرف معلوم نہیں ہو رہا تو وہاں امام مسجد کی ضروریات کا خیال کرتے ہوئے اس سے اجارہ کیا جائے۔ ہمارے ہاں عرف یہ ہے کہ مہینے میں ایک دو چھٹیاں کرنے اور عید وغیرہ کے مواقع پر ایک ہفتے تک کی چھٹی کی اجازت ہوتی ہے۔ امام کو ان چھٹیوں کی تنخواہ بھی ملے گی۔

سوال: ہمارے ہاں دو صورتیں درپیش ہیں: (۱) ہمارے ہاں ایک مسجد کا امام بہت نیک پرہیزگار اور ملنسار ہے اور اسی کی وجہ سے مسجد میں نمازیوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا ہے اور مسجد کی آمدنی بھی پہلے سے زیادہ ہوگئی ہے۔ امام صاحب کی تنخواہ بھی مناسب ہے لیکن اب انہوں نے کہنا شروع کر دیا ہے کہ مہنگائی کی زیادتی کی وجہ سے میرے اخراجات پورے نہیں ہو رہے۔ لہٰذا میری تنخواہ میں اضافہ کیا جائے۔ (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ ہمارے مدرسے میں ایک مدرس ہیں جن کی علمیت ہر ایک کو مسلم ہے اور مدرسے کے طلبہ بھی اس سے بہت زیادہ مانوس ہیں۔ اور مدرسے کے دیگر بہت سے امور اسی کے مشورے اور رائے سے حل کئے جاتے ہیں۔ مدرس صاحب کی تنخواہ بھی اچھی خاصی ہے لیکن ان کا مطالبہ ہے کہ مہنگائی میں اضافے کی وجہ اخراجات پورا کرنے میں مجھے بہت مشقت اٹھانی پڑتی ہے۔ لہٰذا میری تنخواہ میں اضافہ کیا جائے۔ ہمارا سوال یہ ہے کہ مذکورہ امام اور مدرس کا تنخواہ میں اضافے کا مطالبہ کرنا کیسا ہے؟ نیز شرعی اعتبار سے ان کی تنخواہ

میں اضافہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اگر اس مدرس کو دیکھتے ہوئے دوسرے مدرسین بھی تنخواہ میں اضافے کا مطالبہ کردیں تو ان کی تنخواہ میں اضافہ کیا جائے یا نہیں؟

○ جواب : دونوں صورتوں کا جواب یہ کہ اگر واقعتاً امام و مدرس کی تنخواہ ان کے اخراجات کے لئے کافی نہیں تو ان کا تنخواہوں میں اضافے کا مطالبہ کرنا بالکل جائز وحق ہے۔ بلکہ یہ ایک فطری چیز ہے۔ ہر شخص اپنے حالات پر غور کرے کہ اگر اس کی آمدنی یا تنخواہ اس کو کافی نہ ہو اور وہ تنخواہ میں اضافے کا مطالبہ بھی نہ کرے تو کیا کرے؟ یہی کرسکتا ہے کہ اچھا کھانا نہ کھائے، گندے میلے پھٹے پرانے کپڑے پہنے اور بیوی بچوں کو بھی اسی حالت میں رکھے، گھر آنے والوں مہمانوں کو نہ کھلائے نہ پلائے نہ ہی کسی شادی غمی کی دعوت میں شرکت کرے نہ بھی بھول کر بچوں کو کچھ اچھا کھلا سکے نہ پہنا سکے۔ کیا ایسا امام یا مدرس لوگوں کے لئے قابل تقلید ہوگا۔ اور کیا وہ خود اپنی اولاد کو اس راہ پر لگائے گا۔ ظاہر بات ہے کہ وہ اپنی اولاد اور رشتے داروں کو اس شعبے میں نہیں لائے گا اور اس کے ذمے دار وہی افراد ہوں گے جو اس کو اس حال تک لے آئے۔ لہٰذا اگر امام یا مدرس واقعی حاجت مند ہوں تو ان کی ضرورت معلوم کرکے بقدر ضرورت ان کی تنخواہ میں اضافہ کردیا جائے جو ان کو کافی ہو جائے بلکہ اگر دوسرا امام مل رہا ہو لیکن مذکورہ امام زیادہ پرہیز گار ہے یا مدرس والی صورت میں دوسرا مدرس مل رہا ہو لیکن پہلا مدرس زیادہ پرہیزگار یا زیادہ قابل ہے تو بھی انکی تنخواہ میں اضافہ کردیا جائے۔ اور فی زمانہ جو مدارس کے مہتمم حضرات اور

مسجدوں کی انتظامیہ نے یہ طریقہ نکالا ہوا ہے کہ امام یا مدرس کو اگرچہ بیس سال ہو چکے ہوں اگر وہ بیچارے تنخواہ میں اضافے کا مطالبہ کر بیٹھیں تو کھڑے پاؤں اسے فارغ کر کے کسی نئے آدمی کو تختہ مشق بنانے کے لئے منتخب فرمالیں گے۔ ایسی انتظامیہ کی خدمت میں عرض ہے کہ خدارا ایسا طرز عمل ہرگز نہ اپنائیں کہ لوگ دین سے باغی ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تنخواہوں میں اضافے کے حوالے سے صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"وقف سے امام کی جو کچھ تنخواہ مقرر ہے اگر وہ ناکافی ہے تو قاضی اس میں اضافہ کر سکتا ہے اور اگر اتنی تنخواہ پر دوسرا امام مل رہا ہے مگر یہ امام عالم پرہیزگار ہے اس سے بہتر ہے جب بھی اضافہ جائز ہے، اور اگر ایک امام کی تنخواہ میں اضافہ ہوا اسکے بعد دوسرا امام مقرر ہوا تو اگر امام اول کی تنخواہ کا اضافہ اُس کی ذاتی بزرگی کی وجہ سے تھا جو دوسرے میں نہیں تو دوسرے کے لئے اضافہ جائز نہیں اور اگر وہ اضافہ کسی بزرگی وفضیلت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ ضرورت وحاجت کی وجہ سے تھا تو دوسرے کے لئے بھی تنخواہ میں وہی اضافہ ہوگا، یہی حکم دوسرے وظیفہ پانے والوں کا بھی ہے کہ ضرورت کی وجہ سے اُنکی تنخواہوں میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے نہ صرف امام ومؤذن کے لئے یہ حکم ارشاد فرمایا بلکہ چوکیدار تک کے لئے یہ ارشاد فرمایا:

"پھر جو ماہوار مقرر ہوا اگر اس کے صدق سعی وحسن خدمت کے لحاظ سے بقدر اجر مثل کے نہیں تو ضرور اجر مثل کی تکمیل کر دی جائے گی ،اور اگر واقعی اجر مثل بھی اس کے واجبی صرف کو کفایت نہ کرے تو وقف کی فاضلات سے تا حد کفایت ماہوار میں اضافہ بھی ممکن ،مگر نہ یوں کہ بطور خود کہ خود ہی مدعی اور خود ہی حاکم ہونا ٹھیک نہیں ، بلکہ وہاں کے افقہ اہل بلد عالم سنی دیندار کی طرف رجوع کرے یا چند معززمتدین ذی رائے مسلمانان شہر کے سپرد کر دے۔وہ بعد تحقیقات کامل اجر مثل تک حکم دیں یا بشرط صدق حاجت وعدم کفایت تاقدر کفایت اضافہ کریں۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج۱۶،ص۲۱۶)

ردالمحتار میں ہے:

"الظاهر انه يلحق به كل من في قطعه ضرر اذا كان المعين لا يكفيه كالناظر والموذن ومدرس المدرسة والبواب ونحوهم اذا لم يعلموا بدون الزيادة ويؤيده ما في البزازية اذا كان الامام والموذن لا يستقر لقلة المرسوم للحاكم الدين ان يصرف اليه من فاضل وقف المصالح والعمارة باستصواب اهل الصلاح من اهل المحلة لو اتحد الواقف والجهة "

"ظاہر ہے کہ جس کو معزول کرنے میں نقصان ہو کہ مقرر رواس کو کفایت نہ کرتا ہوتو اس کے معاملہ کو بھی اس سے لاحق کیا جائے گا ،مثلاً نگران ،موذن ،مدرس چوکیدار وغیرہ حضرات جب یہ لوگ وظیفہ زائد کے بغیر کام نہ کریں ،اس کی تائید بزازیہ کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے کہ جب امام اور موذن وظیفہ کی

قلت کی وجہ سے استقرار نہ کریں تو حاکم کو محلہ کے اہل لوگوں کے مشورہ سے وقف کے مصالح اور عمارت سے فاضل آمدنی میں سے ان کے لیے صرف کرنے کا اختیار ہے بشرطیکہ فاضل آمدنی والے اوقاف کا واقف اور ان کی جہت ایک ہو۔"

(ردالمحتار، کتاب الوقف) (فتاوی رضویہ، ج۱۶، ص۲۱۲)

● سوال: مسجد کے احاطہ کے اندر کے درختوں میں سے یا مسجد کی ملک کے درختوں میں سے کسی درخت کا پھل یا پھول بلا ادائے قیمت کھانا یا لینا جائز ہے یا نہیں؟

○ جواب: اگر وہ پیڑ مسجد پر وقف ہیں تو بلا ادائے قیمت جائز نہیں ورنہ مالک کی اجازت درکار ہے اگرچہ اسی قدر کہ اس نے اسی غرض سے لگائے ہوں کہ جو مسجد میں ہو ان سے تمتع کرے (نفع حاصل کرے)۔

(فتاوی رضویہ، ج۱۶، ص۲۱۳)

● سوال: مسجد میں اپنی ذات کے لئے درخت لگانا جائز ہے؟

○ جواب: مسجد کی زمین میں اپنے لیے درخت لگانا حرام ہے کہ وقف میں تصرف مالکانہ ہے، والوقف لایملك، پھر اگر یہ مال اس نے مسجد کے مال سے لگایا تو مسجد کا ہے اور اپنے مال سے لگایا اور یہ متولی ہے تو مسجد کا ہے مگر یہ کہ لگاتے وقت لوگوں کو گواہ کرلیا ہو کہ یہ میں اپنے لیے لگاتا ہوں، اور اگر غیر متولی ہے تو خود اس کا ہے مگر یہ کہ اقرار کرے کہ میں نے مسجد کے لیے لگایا، اب جس صورت میں پیڑ لگانے والے کا ٹھہرے اگر اس کے اکھیڑنے میں زمین وقف کا نقصان نہیں

جبراً اکھڑوا دیا جائے گا رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"لیس لعرق ظالم حق"

"ظالم کا کوئی حق نہیں۔"

اور اگر اس میں زمین وقف کا ضرر ہو تو درخت مسجد کی ملک کر لیا جائے گا اور اندازہ کریں گے کہ اس وقت اس کی قیمت زیادہ ہے (اور) اکھیڑ کر بیچنے میں کم ہو جائے گی یا جدا کر کے بیچنے میں دام زیادہ اٹھیں گے اس وقت قیمت کم آئے گی، دونوں حالتوں میں جس صورت پر کم قیمت اٹھے وہ کم قیمت مسجد کے مال سے لگانے والے کو دی جائے گی۔

(فتاوی رضویہ، ج۱۶، ص۴۵۲)

سوال : مسجد کے فرش پر کوئی بیل وغیرہ اگا کر اسے مسجد کی دیواروں پر پھیلا دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب : خارج مسجد درخت بو کر اس کی بیل دیوار یا سائبان مسجد پر بقصد زیبائش پھیلانا جب بہ نیت تعظیم مسجد ہو شرعاً ممنوع نہیں۔

"کما ھو مصرح فی کتب الفقہ لانہ فیہ تعظیم المسجد ولیس فیہ تفریق الصفوف والضیق علی الناس"

"جیسا کہ کتب میں اس کی تصریح ہے کیونکہ اس میں مسجد کی تعظیم ہے اور اس میں صفوں کی تفریق بھی نہیں اور نہ ہی مسجد میں جگہ کی تنگی ہوگی۔"

(فتاوی اجملیہ، ج۲، ص۳۶۸)

سوال : مذہبی تقریبات میں جو شیرینی بغرض تقسیم آتی ہے وہ اس محفل

کے حاضرین کے لیے مخصوص ہے یا مسلم اور غیر مسلم جو اس تقریب میں شریک نہیں ہیں ان کے گھروں میں وہ شیرینی بطور تبرک بھیجی جا سکتی ہے نیز اہالیان شہر کی اس اوقاف کے روپیہ سے دعوت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

○جواب: غیر مسلم کو مال وقف سے بھیجنا تو کسی طرح جائز نہیں کہ وقف کارِ خیر کے لیے ہوتا ہے اور غیر مسلم کو دینا کچھ ثواب نہیں۔ کما فی البحر الرائق وغیرہ۔ (جیسا کہ بحر الرائق وغیرہ میں ہے۔) رہا غیر حاضرین مسلمانوں کے گھروں پر بھیجنا۔ اس میں وہی شرط واقف یا عملِ درآمد قدیم کا لحاظ ہوگا۔ بعض مسلمانوں کی دعوت اگر کسی مصلحت وقف کے لیے ہے تو جائز ہے جب کہ شرط واقف یا عملِ درآمد کے موافق ہو۔

(فتاوی رضویہ، ج ۱۶، ص ۲۲۶)

◉سوال: مسجدوں، مدرسوں کی تعمیر و اخراجات کے لیے نیز کسی اور مذہبی و دینی ضرورت کے لیے جو چندے وصول ہوتے ہیں یہ محض صدقہ ہیں یا وقف بھی کیے جا سکتے ہیں، اگر صدقہ ہی ہوں تو جس خاص غرض کے لیے وصول کیے گئے ہیں اس کے علاوہ دوسرے کارِ خیر میں خرچ کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

○جواب: عموماً یہ چندے صدقہ نافلہ ہوتے ہیں ان کو وقف نہیں کیا جا سکتا کہ وقف کے لیے یہ ضرور ہے کہ اصل کو برقرار رکھ کر اس کے منافع کام میں صرف کیے جائیں جس کے لیے وقف ہو، نہ یہ کہ خود اصل ہی کو خرچ کر دیا جائے۔ یہ چندے جس خاص غرض کے لیے کیے گئے ہیں اس کے غیر میں صرف نہیں کیے جا

سکتے اگر وہ غرض پوری ہو چکی ہو تو جس نے دیے ہیں اس کو واپس کیے جائیں یا اس کی اجازت سے دوسرے کام میں خرچ کریں۔ بغیر اجازت خرچ کرنا ناجائز ہے۔

(فتاوی امجدیہ)

سوال: زید نے مسجد کے لئے بیس ہزار روپے کا چیک کاٹ کر دیا۔ مسجد انتظامیہ نے ایک عرصے تک وہ چیک کیش نہیں کروایا حتی کہ زید فوت ہو گیا اور اس کا اکاؤنٹ بند ہو گیا۔ کیا ایسی صورت میں مسجد انتظامیہ اس بیس ہزار روپے کی ذمہ دار ہے یا نہیں؟ کیونکہ انہی کی غفلت کی وجہ سے چیک ضائع ہوا۔

جواب: مسجد انتظامیہ سے چیک کا تاوان لینا جائز نہیں، کیونکہ زید کا چیک دینا مسجد کو رقم ہبہ کرنا تھا یعنی تحفہ دینا تھا اور ہبہ اس وقت مکمل ہوتا ہے جب اس پر قبضہ کر لیا جائے، تو جب چیک جمع کروا کر ابھی رقم پر قبضہ نہیں کیا گیا تو وہ رقم مسجد کی ملکیت میں آئی ہی نہیں اور ملکیت میں آنے سے پہلے جب زید کا انتقال ہو گیا تو ہبہ باطل ہو گیا کہ موت سے ہبہ باطل ہو جاتا ہے لہذا یہاں انتظامیہ کی یہ کوتاہی تو ہے کہ جو رقم مسجد کو مل سکتی تھی وہ حاصل نہ کی لیکن اسے یہ نہیں کہا جائے گا کہ مسجد کی رقم ضائع کر دی۔ لہذا مسجد انتظامیہ پر اس کا کوئی تاوان نہیں۔ البتہ اتنی رقم کا انتظامیہ کی غفلت کی وجہ سے مسجد کو نہ ملنا ضرور برا ہے۔ آئندہ کے لئے اس کے تدارک کی کوشش کرنی چاہیے۔

(ملخص از فتاوی رضویہ، ج۱٦، ص۲۲۴-۲۲۵)

سوال: ایک مدرسہ کا روپیہ جو والف نے خاص ایک مدرسے کے لیے

دیا ہے۔ دوسرے مدرسہ میں صرف ہو سکتا ہے یا نہیں؟

○ جواب: جب واقف نے روپیہ خاص اس مدرسہ میں صرف کرنے کے لئے دیا تو یہ دوسرے مدرسہ میں کیونکر صرف کرسکتا ہے۔ درمختار میں ہے:

"وان اختلف احدهما بان بنی رجلان مسجدین او رجل مسجداً ومدرسة ووقف عليهما اوقافاً لا يجوز له ذلک ای الصرف من غلة احدهما على الآخر"

(در مختار، کتاب الوقف، ج۳، ص۴۰۸)

◉ سوال: کیا زکوٰۃ کی رقم مدرسین کی تنخواہ، مدرسہ کے ٹاٹ و چٹائی اور غریب بچوں کی کتاب و کاپی میں خرچ کی جاسکتی ہے؟

○ جواب: زکاۃ کی رقم مدرسین کی تنخواہ، مدرسہ کے ٹاٹ و چٹائی یہاں تک کہ بعض صورتوں میں بچوں کی کتاب و کاپی میں بھی نہیں خرچ کر سکتے۔ ہاں اگر زکاۃ کی رقم کسی ایسے شخص کو دے دیں جو مالک نصاب نہ ہو، پھر وہ شخص مدرسہ میں دے دے تو اب وہ رقم مدرسہ کی ہر ضرورت پر خرچ ہو سکتی ہے۔

(فتاویٰ فیض الرسول، ج۱، ص۴۸۹)

◉ سوال: مدارس اسلامیہ میں جو رقم زکوٰۃ کی دی جاتی ہے، اس کو تنخواہ مدرسین میں صرف کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

○ جواب: زکوٰۃ کی رقم بغیر حیلہ شرعی مدرسین کی تنخواہ میں ہرگز نہیں صرف کی جاسکتی۔ بہار شریعت حصہ پنجم صفحہ ۵۷ میں ہے کہ بہت سے لوگ مال زکوٰۃ اسلامی مدارس میں بھیج دیتے ہیں ان کو چاہئے کہ متولی مدرسہ کو اطلاع دیں کہ یہ مال

زکوٰۃ ہے تاکہ متولی اس مال کو جدا رکھے اور مال میں نہ ملائے اور غریب طلباء پر صرف کرے کسی کام کی اجرت میں نہ دے ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

(فتاوی فیض الرسول، ج ۱، ص ۴۹۰)

سوال: کیا رقوم زکاۃ حیلہ شرعی کے بعد ضروریات مدرسہ یعنی تعمیر مدرسہ یا اور دیگر کاموں میں صرف کی جاسکتی ہے یا نہیں اور حیلہ شرعی کی کیا صورت ہے ایسی حالت میں زکوٰۃ دینے والے کی زکاۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب: مال زکوٰۃ حیلہ شرعی کے بعد تعمیر مدرسہ وغیرہ ہر کام میں صرف کیا جاسکتا ہے شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ حیلہ شرعی کی ایک صورت یہ ہے کہ مال زکاۃ کا فقیر کو مالک بنادیں اس طرح زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

(فتاوی فیض الرسول، ج ۱، ص ۴۹۰)

سوال: ہمارے یہاں حیلہ شرعی اس طرح کیا جاتا ہے کہ چند طلباء کو بلا کر کہہ دیا گیا کہ یہ زکوٰۃ کا روپیہ ہے اس کو تم مدرسہ میں دیدو پہلے سے ان کو بتا دیا جاتا ہے وہ لڑکا کہتا ہے کہ میری طرف سے اس کو مدرسہ میں داخل کردو اور وہ داخل کرلیا گیا۔ کیا حیلہ شرعی کی یہی صورت ہے یا کچھ اور۔ زکوٰۃ کی اس رقم پر تملیک شرط ہے یا نہیں؟

جواب: زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے تملیک شرط ہے لہٰذا طلبہ سے یہ کہنا کہ یہ مال زکوٰۃ ہے اسے مدرسہ میں دے دو اور انہوں نے دے دیا، صحیح نہیں بلکہ نادار بالغ طلبہ کو مال زکاۃ دے دیا جائے اور وہ لوگ اس پر قبضہ کرلیں پھر بخوشی

مدرسہ میں دیدیں۔ اگر طلبہ نابالغ ہوں گے تو ان کا مدرسہ میں دینا شرعاً صحیح نہیں۔ اگر دیں گے تو اس مال کا مدرسہ میں خرچ کرنا جائز نہیں۔ فتاوی عالمگیری جلد اول مصری صفحہ ۱۷۸ میں ہے:

" اذا دفع الزكوة الى الفقير لا يتم الدفع ما لم يقبضها "

اور در مختار مع شامی جلد چہارم صفحہ ۵۳۱ میں ہے:

" لا تصح هبة صغير "

(فتاوی فیض الرسول، ج ۱، ص ۴۹۱)

سوال: بعض جگہ یہ قاعدہ کہ زکاۃ کی رقم وصول کر لی گئی مگر مدرسہ میں کوئی طلبہ کے خورد و نوش کا انتظام نہیں ہے وہ زکوۃ کی رقم مدرسہ میں تنخواہ اور دیگر کاموں میں صرف کی جاتی ہے ایسے مدرسہ میں زکوۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور دینے والے پر تاوان پڑے گا یا نہیں اور دینے والا گنہگار ہو گا یا نہیں؟

جواب: جس مدارس میں مال زکوۃ طلبہ پر نہیں صرف کیا جاتا اور اراکین مدرسہ بغیر حیلہ شرعی مدرسہ کے دیگر کاموں میں صرف کرتے ہیں اور زکوۃ دینے والے کو اس بات کا علم ہے تو ایسے مدارس میں زکوۃ دینا جائز نہیں۔ اگر دیا تو تاوان دینا پڑے گا اگر تاوان نہیں دیگا تو گنہگار ہو گا۔

(فتاوی فیض الرسول، ج ۱، ص ۴۹۱)

سوال: زکوۃ اور صدقہ مسجد کی کسی ضرورت میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر ان رقموں سے امام کا مشاہرہ ادا کرنا چاہیں تو کوئی حرج تو نہیں ہے؟

جواب: زکوۃ اور صدقہ فطر مسجد کی ضروریات میں صرف نہیں کر سکتے

اور نہ ان رقموں سے امام کا مشاہرہ ادا کر سکتے ہیں، اس لئے کہ زکوۃ کی ادائیگی کے لئے تملیک شرط ہے اور ان صورتوں میں تملیک نہیں پائی جاتی۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۱۷۶ میں ہے:

"لا یجوز ان یبنی بالزکوۃ المسجد وکذا الحج وکل ما لا تملیک فیہ"

اگر زکوۃ اور صدقۂ فطر مسجد کی ضروریات میں صرف کرنا چاہیں تو اس کی یہ صورت ہے کہ کسی غریب آدمی کو زکوۃ اور صدقۂ فطر دیدیں پھر وہ اپنی طرف سے مسجد میں دے دے۔ اب وہ رقم مسجد کی ہر ضرورت اور امام کے مشاہرہ وغیرہ میں خرچ کر سکتے ہیں کوئی حرج نہیں۔

(فتاویٰ فیض الرسول، ج ۱، ص ۴۹۲)

سوال: ہندہ یتیم ہے، بکر مالک نصاب ہے اور وہ ہندہ کا سرپرست ہے تو بکر ہندہ کو زکوۃ دے سکتا ہے؟ اور اس سے حیلہ شرعی کرا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: بکر جو مالک نصاب ہے، وہ ہندہ یتیمہ کو زکوۃ دے سکتا ہے بشرطیکہ وہ یتیمہ نہ مالک نصاب ہو، نہ سیدہ ہو، اور نہ ہاشمیہ، اور نہ بکر کی اولاد کی اولاد ہو۔ مگر اس سے حیلہ شرعی کرنا صحیح نہیں کہ مال زکوۃ پر قبضہ کرنے کے بعد جب وہ بکر کو دے گی تو ہبہ ہوگا اور نابالغ کا ہبہ صحیح نہیں۔ جیسا کہ درمختار مع شامی جلد چہارم صفحہ ۵۳۱ میں ہے:

"لا تصح ھبۃ صغیر"

(فتاویٰ فیض الرسول، ج ۱، ص ۴۹۲)

سوال: ایک دینی مدرسہ ہے جس میں غریب طلباء کو کھانے کا انتظام نہیں ہے اس کے باوجود چندے سے اس کا خرچ پورا نہیں ہوتا لہٰذا اگر اس میں چرم قربانی، زکوٰۃ، غلہ کا عشر اور صدقہ فطر خرچ کرنا چاہیں تو اس کی کیا صورت ہے؟

جواب: چرم قربانی (قربانی کی کھال) بغیر حیلہ شرعی کے مدرسہ میں دے سکتے ہیں اس لئے کہ چرم قربانی میں تملیک شرط نہیں۔ اور زکاۃ، غلہ کا عشر و صدقہ فطر سے اگر اس کی مدد کرنا چاہیں تو اس کی صورت یہ ہے کہ اس قسم کی رقم کسی ایسے شخص کو دیدیں جو مالک نصاب نہ ہو اور نہ بنی ہاشم سے ہو۔ وہ شخص ان رقموں پر قبضہ کرے پھر اپنی طرف سے مدرسہ میں دیدے اس طرح ثواب دونوں کو ملے گا اور مدرسہ کا کام بھی چل جائے گا۔ الاشباہ والنظائر میں ہے:

"والحیلۃ فی التکفین بھا التصدق علیٰ فقیر ثم ھو یکفن فیکون الثواب لھما وکذا فی تعمیر المساجد"

(فتاویٰ فیض الرسول، ج۱، ص۴۹۳ تا ۴۹۴)

سوال: کیا زکاۃ کی رقم سے یتیم خانہ کے بچوں کے کپڑے بنوا کر دے سکتے ہیں؟

جواب: زکوٰۃ کی رقم سے کپڑے بنوا کر یتیم خانہ کے بچوں کو مالک بنا دیں تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی بشرطیکہ وہ بچے مالک نصاب نہ ہوں نہ سید ہوں نہ ہاشمی ہوں نہ زکوٰۃ دینے والے کی اولاد ہوں اور نہ کسی مالک نصاب کی نابالغ اولاد ہوں کہ یتیم خانوں میں یتیم کے نام پر بعض غیر یتیم بھی داخل ہو جاتے ہیں۔

(فتاویٰ فیض الرسول، ج۱، ص۴۹۵)

سوال : صدقہ وغیرہ کی رقموں سے دینی کتابیں خریدنا کیسا ہے؟ نیز زید ایام حصول علم میں صدقہ وغیرہ کی رقمیں اپنے مصرف میں لاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب : صدقہ نافلہ کو ہر جائز کام میں صرف کرنا جائز ہے، اور صدقہ واجبہ مثلاً صدقہ فطر، زکاۃ اور عشر کی ادائیگی میں تملیک شرط ہے، لہٰذا اگر صدقہ واجبہ سے کتابیں خریدی گئی ہیں تو اسے کسی غریب کی ملکیت میں دینا ضروری ہے۔ اور طالب علم دین اگر بالغ اور مالک نصاب ہے یا نابالغ ہے اور اس کا باپ مالکِ نصاب ہے تو صدقہ واجبہ کو اپنے مصرف میں نہیں لاسکتا اور اگر بالغ ہے اور مالکِ نصاب نہیں ہے تو صدقہ واجبہ کو اپنے مصرف میں لاسکتا ہے۔

(فتاوی فیض الرسول، ج ۱، ص ۴۹۶)

سوال :

(۱) فطرہ کا پیسہ کن مدوں میں صرف کیا جاسکتا ہے؟

(۲) صدقہ کا پیسہ کن مدوں میں صرف کیا جاسکتا ہے؟

(۳) چرم قربانی کا روپیہ کن مدوں میں صرف کیا جاسکتا ہے؟

(۴) زکاۃ کا روپیہ کن مدوں میں صرف کیا جاسکتا ہے؟

جواب :

(۱،۴) زکوٰۃ اور صدقہ فطر میں جن لوگوں پر صرف کیا جاسکتا ہے ان میں سے چند یہ ہیں: (۱) فقیر یعنی وہ شخص کہ جس کے پاس کچھ مال ہو لیکن نصاب بھر نہ ہو۔ (۲) مسکین یعنی وہ شخص کہ جس کے پاس کھانے کے لئے غلہ اور بدن چھپانے کے

لئے کپڑا بھی نہ ہو۔ (۳) قرض دار یعنی وہ شخص کہ جس کے ذمہ قرض ہو اور اس کے پاس قرض سے فاضل کوئی بقدر نصاب نہ ہو۔ (۴) مسافر کے پاس سفر کی حالت میں مال نہ رہا اس پر بقدر ضرورت صرف کیا جاسکتا ہے۔

اور جن لوگوں پر زکوۃ وصدقہ فطر صرف نہیں کیا جاسکتا ہے وہ یہ ہیں:

(۱) مالدار یعنی وہ شخص جو مالک نصاب ہو۔ (۲) سادات کرام۔ (۳) بنی ہاشم یعنی حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت عقیل اور حضرت عباس و حارث بن عبد المطلب کی اولاد پر زکوۃ وصدقہ فطر نہیں صرف کیا جاسکتا۔ (۴) اپنی اصل اور اپنی فرع یعنی ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہم اور بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی پر نہیں صرف کیا جاسکتا۔ (۵) عورت اپنے شوہر پر اور شوہر اپنی عورت پر اگرچہ مطلقہ ہو تا وقتیکہ عدت میں ہو زکوۃ وصدقہ فطر خرچ نہیں کر سکتے۔ (۶) مالدار مرد کے نابالغ بچے پر نہیں صرف کیا جاسکتا اور مالدار کی بالغ اولاد پر جبکہ وہ فقیر ہو صرف کیا جاسکتا ہے۔ (۷) کافر وہابی یا کسی دوسرے مرتد اور بدمذہب پر نہیں صرف کیا جاسکتا۔ نیز زکوۃ وصدقہ فطر کا مال مردہ کی تجہیز وتکفین یا مسجد ومدرسہ کی تعمیر میں نہیں لگایا جاسکتا۔

جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد اول مصری صفحہ ۱۷۶ میں ہے:

"لا یجوز ان یبنی بالزکاۃ المسجد و کذا الحج و کل ما لا تملیک فیہ ولا یجوز ان یکفن بھا میت ولا یقضیٰ بھا دین المیت کذا فی التبیین"

ہاں اگر زکوۃ وصدقہ فطر کا مال مسجد ومدرسہ وغیرہ کی تعمیر میں صرف کرنا

چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کو دیدیں جو مالک نصاب نہ ہو پھر وہ صرف کرے تو ثواب دونوں کو ملے گا۔

(ردالمحتار، بہار شریعت)

۲) صدقہ کی دو قسمیں ہیں: صدقہ واجبہ اور صدقہ نافلہ۔ صدقہ واجبہ مثلاً کسی نے نذر مانی کہ میرا لڑکا تندرست ہو گیا تو میں اتنا مال اللہ کے راستے میں خرچ کروں گا تو اس مال کے مصارف وہی ہیں جو زکوۃ وصدقہ فطر کے مصارف ہیں۔ اور صدقہ نافلہ سے مردہ کی تجہیز و تکفین اور مدرسہ و مسجد کی تعمیر میں بھی خرچ کیا جا سکتا ہے۔

۳) قربانی کرنے والا چرم قربانی بیچنے سے پہلے اپنے استعمال میں لا سکتا ہے اور امیر و غریب کسی کو بھی دے سکتا ہے، لیکن اگر بیچ ڈالا تو اس کی نیت دیکھی جائے گی۔ اگر صدقہ کرنے کی نیت سے بیچا ہے تو امیر و غریب اور مسجد و مدرسہ وغیرہ کی تعمیر پر بھی صرف کر سکتا ہے اور اگر پیسہ کو اپنی ضرورت میں صرف کرنے کے لئے بیچا ہے تو اس صورت میں وہ پیسہ صرف انہیں لوگوں پر صرف کیا جا سکتا ہے کہ جن پر زکوۃ وصدقہ فطر صرف کیا جاتا ہے۔

(فتاوی فیض الرسول، ج ۱، ص ۵۰۰)

سوال: دینی مدرسہ میں سکول کھولنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: دینی مدرسے میں اسکول کھولنا ناجائز و حرام اور وقف میں تبدیلی ہے صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

"جب کوئی عمارت لڑکوں کے پڑھانے کے لیے وقف کر دی گئی ہے تو اسی کام میں لائی جا سکتی ہے دوسرے کام میں اس کو نہیں لا سکتے اگر چہ دوسرے کام میں لانے کی ممانعت کاغذ میں تحریر نہ ہوئی اور یہاں تو اس امر کی تصریح بھی موجود ہے کہ دوسرے کام میں لانے کی ممانعت ہے باوجود اس تصریح کے اس کو دوسرے کام میں لانا اور وہ عمارت حکومت کو دیدینا اور اس میں لڑکیوں کا سکول قائم کرنا ہرگز جائز نہیں۔"

فقہائے کرام تصریح فرماتے ہیں:

"شرط الواقف کنص الشارع"

جائداد موقوفہ میں خلاف شرائط وقف تصرف کرنا درست نہیں جو لوگ ایسی کوشش کرتے ہیں کہ اسے حکومت کے قبضے میں دیدیا جائے یا لڑکیوں کا سکول اس میں قائم کیا ہے وہ گنہگار اور مستحق مواخذہ اخروی وعذاب نار ہیں کہ اولاً تو خود وقف کو خلاف شرط دوسرے کام میں لانا ہی جائز نہیں دوسرے لڑکیوں کے سکول میں جو کچھ برے نتائج پیدا ہوتے ہیں وہ اہل بصیرت پر مخفی نہیں تیسرے علم دین کے خلاف جدوجہد کرنا خود شدید جرم وحرام ہے کہ اس فریضہ دینی میں رکاوٹ پیدا کرنا اور علم دین سے لوگوں کو محروم کر دینا نہایت سخت حرام اور اس کا عظیم وبال ہے اور مسلمانوں میں فساد پیدا کرنا بھی حرام ہے قرآن مجید میں اس کی مذمت بکثرت مواقع پر مذکور ہے۔

(فتاوی امجدیہ)

سوال: ایک مدرسہ کا رقبہ بہت وسیع وعریض ہے جبکہ مدرسہ میں طلباء

کی آبادی بہت قلیل ہے۔ مدرسہ انتظامیہ نے باہم یہ طے کیا ہے کہ خالی جگہ ایک اسکول تعمیر کر دیا جائے جس میں مختلف کلاسیں ہیں اور اس کے ساتھ کمپیوٹر کی تعلیم بھی ہو۔ بعض لوگ اس سے منع کر رہے ہیں کہ دینی مدرسہ میں ان چیزوں کا قیام جائز نہیں۔ آپ سے عرض ہے کہ اس بارے میں جو حکم شرعی ہے اس سے مطلع فرمائیں؟

○ جواب: جب وہ دینی مدرسہ ہے تو اس میں کسی دنیوی اسکول کا قیام وقف میں تبدیلی ہے اور وقف میں تبدیلی حرام ہے۔ دنیوی اسکول تو دور کی بات ہے وہاں پر مسجد بنانا بھی حرام ہے۔

(ملخص از فتاوی فقیہ ملت، ج۲، ص۱۳۶)

فتاوی عالمگیری میں ہے:

"لا یجوز تغییر الوقف"

"وقف میں تبدیلی کرنا جائز نہیں۔"

(الفتاوی عالمگیری، ج۲، ص۴۹۰)

اور فتاوی شامی میں ہے:

"الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ"

"وقف کو اسی پر برقرار رکھنا واجب ہے جس پر وہ ہو۔"

(فتاوی شامی، کتاب الوقف)

● سوال: اگر مدرسہ کا مہتمم یا کوئی ذمہ دار شخص وصیت کرے کہ اسے مدرسے میں دفن کیا جائے تو اسے مدرسہ میں دفن کرنا جائز ہے یا نہیں۔ نیز مدرسہ میں کسی کا مزار تعمیر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

○ **جواب:** مدرسہ میں قبر بنانا یا کسی کا مزار تعمیر کرنا ناجائز ہے۔ فتاویٰ فقیہ ملت میں ہے:

"عالم صاحب کا مدرسہ کی زمین میں دفن کرنے کی وصیت کرنا جائز نہیں کہ مدارس کی زمینیں مردہ دفن کرنے کے لئے نہیں ہوتی ہیں۔ بلکہ ان کی ضروریات کے لئے ہوتی ہیں اور جو چیز جس غرض کے لئے وقف کی گئی ہے دوسری غرض کی طرف اسے پھیرنا حرام ہے۔"

(فتاویٰ فقیہ ملت، ج۲، ص۱۳۱)

ہاں اگر مدرسہ کے لئے وقف کرنے سے پہلے وہاں قبر بنی ہوئی ہو اور مدرسہ بعد میں تعمیر ہوا ہو یا مدرسے میں ابتداء ہی اتنی جگہ قبر و مزار کے لئے وقف کی گئی ہو تو وہاں قبر و مزار کی تعمیر جائز ہے جیسے بعض مسجد کے لئے جگہ وقف کرتے ہیں تو اس کا ایک کنارہ پہلے اپنی قبر کے لئے مخصوص کر لیتے ہیں یہ جائز ہے۔

⊛ **سوال:** بزرگان دین کے عرس جو مدرسے میں مدرسے ہی کی جانب سے منائے جاتے ہیں اس پر مدرسہ کی رقم خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

○ **جواب:** جو اعراس بزرگان دین مدرسہ کی طرف سے کئے جاتے ہیں ان کے لئے الگ سے چندے کر لئے جائیں۔ مدرسہ کی رقم ان پر خرچ کرنا جائز نہیں۔

(فتاویٰ فقیہ ملت، ج۲، ص۱۱۰)

⊛ **سوال:** اگر کوئی مرتد مدرسے کے لئے زمین وقف کرے وہ زمین وقف ہو جائے گی یا نہیں؟

○ **جواب:** مرتد ہونے کی حالت میں جو چیز وقف کی گئی ہو وہ وقف نہیں

ہوتی بلکہ موقوف رہتی ہے۔ اگر وہ مرتد مسلمان ہو جائے تو وقف صحیح ہو جائے گا اور اگر مرتد ہی رہے تو وقف باطل ہو جائے گا۔ بہار شریعت میں ہے:

''مرتد نے زمانہ ارتداد میں وقف کیا تو یہ وقف موقوف ہے اگر اسلام کی طرف واپس ہوا وقف صحیح ہے ورنہ باطل۔''

⊙ سوال: قبرستان میں لگی ہوئی گھاس کو کاٹنے کی بجائے آگ لگا کر ختم کر دینا کیسا ہے؟

○ جواب: قبروں میں لگی ہوئی گھاس کو جلانا منع ہے:

" لما فیہ من التفاؤل بالقبیح بالنار وایذاء المیت "

''کیونکہ اس میں آگ کی وجہ سے بدشگونی ہے نیز اس میں میت کی ایذاء ہے۔''

فتاوی رضویہ، جلد چہارم ص ۱۰۳ میں ہے کہ علامہ طحطاوی وعلامہ شامی نے اس مسئلہ کی دلیل میں کہ مقابر میں پیشاب پاخانہ ممنوع ہے فرمایا:

" لان المیت یتاذی بما یتاذی منہ الحی "

''میت کو ان چیزوں سے ایذاء ہوتی ہے جن سے زندوں کو ایذاء ہوتی ہے۔''

(فتاوی فیض الرسول، ج ۱، ص ۴۱۶)

⊙ سوال: قبرستان میں جہاں قبریں ہیں اس جگہ پر عمارت بنوائی جا سکتی ہے یا نہیں؟ نیز اس پر کاشتکاری ہو سکتی ہے یا نہیں؟

○ جواب: مسلمانوں کے قبرستان میں قبروں کی جگہ عمارت بنانا یا کاشتکاری کرنا ہرگز جائز نہیں۔ بہار شریعت حصہ دہم ص ۸۳ پر ہے:

""مسلمانوں کا قبرستان ہے۔ جس میں قبر کے نشان بھی مٹ چکے ہیں ہڈیوں کا بھی پتہ نہیں جب بھی اس کو کھیت بنانا یا اس میں مکان بنانا جائز نہیں۔ اب بھی وہ قبرستان ہی ہے۔ قبرستان کے تمام آداب بجالائے جائیں۔""

فتاوی عالمگیری جلد ۲ ص ۳۶۲ میں ہے:

"سئل هو (ای القاضی الامام شمس الائمة محمود الاوزجندی) عن المقبرة فی القری اذا ان درست ولم یبق فیها اثر الموتی لا العظم ولا غیره هل یجوز زرعها واستغلالها قال لا ولها حکم المقبرة کذا فی المحیط"

""شمس الائمہ امام محمود اوزجندی سے سوال کیا گیا کہ جب کوئی قبرستان بالکل مٹ جائے اور اس میں مردوں کا نشان باقی نہ رہے اور نہ ہی ان کی ہڈیاں اور دیگر چیزیں باقی رہیں تو اس وقت قبرستان پر کھیتی باڑی کرنا اور اسے پیداواری کاموں میں استعمال کرنا جائز ہے۔ انہوں نے جواب دیا، نا جائز ہے اور قبرستان کے لئے اب بھی پہلے والے احکام باقی ہیں۔""

(فتاوی فیض الرسول، ج ۲، ص ۴۶۶، ۴۶۷)

• سوال: اگر کسی شخص نے قبرستان میں درخت لگائے تو شرعی اعتبار سے ان درختوں کا مالک کون ہے؟ اور ان درختوں کے پھل کون کھا سکتا ہے؟

• جواب: فتاوی فیض الرسول جلد ۲ صفحہ ۳۶۸، ۳۶۹ پر ہے۔ جس کا خلاصہ ہے کہ جس نے مسلمانوں کے قبرستان میں درخت لگائے وہی شرعاً ان درختوں اور پھلوں کا مالک ہے اور اس کے بعد درختوں کا پھلوں کے مالکان اس کی اولاد ہیں۔ بہار شریعت میں ہے:

''قبرستان میں کسی نے درخت لگائے تو یہی شخص ان درختوں کا مالک ہے۔''
(بہار شریعت، حصہ ۱۰، ص ۸۱)

اور فتاوی عالمگیری جلد دوم مصری ص ۳۶۳ میں ہے:

"مقبرة عليها اشجار عظيمة فهذا على وجهين اما ان كانت الاشجار نابتة قبل اتخاذ الارض مقبرة او نبتت بعد اتخاذ الارض مقبرة ففى الوجه الاول المسئلة على قسمين اما اذا كانت الارض مملوكة لها او كانت مواتا لا مالك لها واتخذها اهل القرية مقبرة ففى القسم الاول الاشجار باصلها على ملك رب الارض يصنع بالاشجار واصلها ما شاء وفى القسم الثانى الاشجار باصلها على حالها القديم وفى الوجه الثانى المسئلة على قسمين اما ان علم لها غارس او لم يعلم ففى القسم الاول كانت للغارس وفى القسم الثانى الحكم فى ذالك الى القاضى ان راى بيعها وصرف ثمنها الى عمارة المقبرة فله ذالك"

اس پوری عبارت کا خلاصہ مندرجہ ذیل صورتوں میں ہے:

☆ اگر قبرستان کی زمین کسی کی ملکیت تھی اور درخت قبرستان بنانے سے پہلے ہی اگے ہوئے تھے۔ اس صورت میں درخت اور ان کے پھل زمین کے سابقہ مالک کے ہیں وہ جو چاہے کرے اور اس کے بعد اس کی اولاد کی ملکیت ہیں۔

☆ اگر خالی زمین ہو جس کو مسلمانوں نے قبرستان بنالیا ہو اور درخت پہلے

سے موجود ہوں تو وہ درخت اور ان کے پھل کسی کی ملکیت نہیں۔

☆ اگر قبرستان بنانے کے بعد درخت لگائے گئے اور درخت لگانے والے کا علم نہیں تو ان درختوں کا معاملہ قاضی کے حوالے ہے۔ اگر مناسب سمجھے تو ان درختوں کو بیچ کر ان کی قیمت قبرستان کی ضروریات میں خرچ کرلے۔

☆ اگر قبرستان بنانے کے بعد درخت لگائے گئے اور درخت لگانے والے کا علم ہے تو وہی لگانے والا ان درختوں اور پھلوں کا مالک ہے۔

⊙ **سوال:** ایک زمین عرصہ دراز سے خالی پڑی ہوئی تھی۔ اس زمین کے بارے میں ایک نیک پرہیزگار شخص نے مراقبے کے ذریعے بتایا کہ یہاں پر ایک بزرگ کی قبر ہے۔ اس نیک آدمی کے کہنے پر لوگوں نے وہاں پر ایک مزار بنا دیا اور اب وہاں پر سالانہ عرس اور فاتحہ وغیرہ ہوتی ہے۔ اس جگہ مزار بنانا اور اس جگہ کے ساتھ مزاروں والا برتاؤ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس جگہ کے رہنے والے وہاں پر کسی قبر کا وجود نہیں جانتے۔

⊙ **جواب:** مصنوعی قبر بنانا، وہاں مزار تعمیر کرنا، عرس کرنا وغیرہ سب امور ناجائز ہیں۔ حدیث شریف میں ہے:

"لعن اللہ من زار بلا مزار"

"اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جو فرضی قبروں کی زیارت کرے۔"

اور جہاں تک مراقبے میں وہاں قبر ہونا معلوم ہوا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مراقبے میں الہام کے ذریعے معلومات ہوتی ہیں۔ اور الہام دو طرح ہوتا

ہے: شیطانی اور رحمانی ۔ اور جہاں قبر نہ ہونا معلوم ہو وہاں قبر ہونے کا الہام شیطانی ہونا ممکن ہے لہٰذا اس پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔

(فتاویٰ فیض الرسول، ج۱، ص ۴۷۰)

◉ **سوال:** قبرستان میں بڑے بڑے درخت موجود ہیں جو خودرو ہیں۔ انہیں کاٹ کر فروخت کر کے ان کی قیمت قبرستان کی چاردیواری میں لگا سکتے ہیں؟

○ **جواب:** قبرستان کے خودرو درخت قاضی کے حکم سے کاٹ کر بیچ کر ان کی قیمت قبرستان کی مرمت میں لگائی جاسکتی ہے۔ اور اگر قاضی نہ ہو تو وہاں کے مسلمان باہم مل کر یہ فیصلہ کر سکتے ہیں۔

(فتاویٰ فیض الرسول، ج۱، ص ۴۷۱)

◉ **سوال:** کیا کسی قبرستان میں عام مسلمانوں کو اپنے مردے دفن کرنے سے منع کیا جاسکتا ہے؟

○ **جواب:** جو زمین کسی خاص شخص یا خاندان کی ملک ہو اس کی زمین میں مالک کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو دفن کرنا جائز نہیں۔ اور جو زمین کہ عام مسلمانوں کے دفن کے لئے وقف ہو اس میں ہر مسلمان کو دفن ہونے کا حق ہے کسی مسلمان کو کوئی دفن کرنے سے روک نہیں سکتا۔ ہاں اگر وقف کرنے والے نے کسی خاص خاندان کے دفن کے لئے وقف کیا ہے تو اس خاندان کے علاوہ دوسرے کو اس میں دفن کرنا جائز نہیں۔

(فتاویٰ فیض الرسول، ج۱، ص [illegible])

◉ **سوال:** قبرستان میں اگے ہوئے درختوں کی شاخوں کو کاٹا جاسکتا ہے یا

نہیں؟

○جواب: ہرے پودے (سرسبز درخت) جو خاص قبر پر ہوں ان کی شاخوں کو کاٹنا منع ہے کہ ان کی تسبیح سے مردہ کو فائدہ پہنچتا ہے۔ شامی جلد اص ۶۰۶ میں ہے:

"یکرہ قطع النبات الرطب والحشیش من المقبرۃ دون الیابس کما فی البحر والدرر وشرح المنیۃ وعللہ فی الامداد بانہ مادام رطبا یسبح اللہ تعالیٰ فیونس المیت وتنزل بذکرہ الرحمۃ"

لیکن اگر پودے کی جڑ سے قبر یا مردہ کو نقصان پہنچے تو کاٹ دیے جائیں اور قبرستان کے درخت اگر دوسرے کی ملک ہیں تو مالک جو چاہے کرے خواہ کاٹے یا باقی رکھے کوئی اسے روک نہیں سکتا اور اگر درخت قبرستان کی ملک ہوں تو نہ کاٹنا بہتر ہے کہ زائرین کے لئے سایہ دے گا اور کسی ضرورت سے کاٹیں تو حرج نہیں۔

(فتاوی فیض الرسول، ج ۱، ص ۴۷۳)

○سوال: قبرستان کے لئے زمین وقف کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

○جواب: اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ میں نے اسے قبرستان کیا اگرچہ نہ ابھی مردہ دفن کیا ہو اور نہ اپنے قبضہ سے نکال کر دوسرے کو قبضہ دلایا ہو۔

○سوال: قبرستان میں محافظ کے لئے کمرہ بنانا یا تختے وغیرہ رکھنے کے لئے کمرہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر لوگوں نے قبرستان کے لئے زمین وقف کی اور مردے بھی اس میں دفن کیے پھر اسی علاقے کے کسی شخص نے اس زمین میں اس لئے مکان بنایا تاکہ تختے وغیرہ قبرستان کی ضروریات اُس میں رکھے جائیں گے اور وہاں حفاظت کے لئے کسی کو مقرر کر دیا اگر یہ سب کام تنہا اُسی نے دوسروں کے بغیر مرضی کیے یا بعض دوسرے بھی راضی تھے تو اگر قبرستان میں وسعت ہے تو کوئی حرج نہیں یعنی جبکہ یہ مکان قبروں پر نہ بنا ہو اور مکان بننے کے بعد اگر اِس زمین کی مردہ دفن کرنے کے لئے ضرورت پڑ گئی تو عمارت اُٹھوا دی جائے گی۔

سوال: کافروں کے قبرستان کو ختم کر کے وہاں مسلمانوں کو دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر کفار کا قبرستان ہے اور مسلمان اسے اپنا قبرستان بنانا چاہتے ہیں اگر کافروں کے نشانات مٹ چکے ہیں ہڈیاں بھی گل گئی ہیں تو حرج نہیں اور اگر ہڈیاں باقی ہیں تو کھود کر پھینک دیں اور اب اسے قبرستان بنا سکتے ہیں۔ لیکن قانونی اعتبار سے اس کو دیکھ لیا جائے کہ بعد میں پریشانی نہ ہو نیز کفار کوئی فتنہ کھڑا نہ کریں۔

سوال: اگر کسی نے اپنی زندگی میں قبرستان میں قبر بنوائی ہوئی ہو تو دوسرے شخص کو اس میں اپنا مردہ دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: قبرستان میں کسی نے اپنے لئے قبر کھدوا رکھی ہے اگر قبرستان میں جگہ موجود ہے تو دوسرے کو اُس قبر میں دفن کرنا نہ چاہیے اور اگر موجود نہ ہو تو

دوسرے لوگ اپنا مردہ اس میں دفن کر سکتے ہیں۔ بعض لوگ مسجد میں جگہ گھیرنے کے لئے پہلے سے رومال رکھ دیتے ہیں یا مصلیٰ بچھا دیتے ہیں اگر مسجد میں جگہ ہو تو دوسرے کا رومال یا جانماز ہٹا کر بیٹھنا نہ چاہئے اور جگہ نہ ہو تو بیٹھ سکتا ہے۔

● سوال: عام قبرستان میں اگر کسی نے درخت لگائے تو اس کی ملک ہے یا نہیں؟ دوسروں کو بدون اجازت استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

○ جواب: قبرستان اگرچہ وقف ہو مگر درخت جو اس میں لگائے جائیں اگر لگانے والا تصریحاً یہ کہہ بھی دے کہ میں نے ان کو قبرستان پر وقف کیا جب بھی وقف نہ ہوں گے اور لگانے والے ہی کی ملک رہیں گے اس کی اجازت کے بغیر دوسروں کو ان میں تصرف جائز نہیں، اور اس کو اختیار ہے کہ اس کی لکڑی کاٹے یا جو چاہے کرے بلکہ اگر ان کے سبب مقابر پر زمین تنگ کر دے تو اسے مجبور کیا جائے گا کہ درخت کاٹ کر زمین خالی کر دے۔

(فتاوی رضویہ، ج۱۶، ص۱۰۷ تا ۱۰۸)

☆ تمت بالخیر وللہ الحمد ☆

وصل اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ ونور عرشہ وزینۃ فرشہ سیدنا وسندنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ☆

اہم اعلان

اس جلد میں وقف کے اہم ترین مسائل کو جمع کر دیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ بھی اہلِ اسلام کو وقف کے سینکڑوں مسائل درپیش ہوں گے۔ قارئین سے گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل ایڈریس پر خط کے ذریعے وہ مسائل ارسال فرمائیں تاکہ اگلی جلد میں ان مسائل کا جواب تحریر کر دیا جائے۔

ایڈریس

محمد صدیق حامد کاروان برکاتیہ جامع مسجد حنفیہ نزد عسکری پارک پرانی سبزی منڈی کراچی

الحمد للہ

صدیقی پبلشرز اہلسنت کا اشاعتی ادارہ ہے اس ادارے نے بہت قلیل مدت میں بہت اہم کتابیں شائع کی ہے۔ ان میں اردو عربی ہر قسم کی کتابیں شامل ہے۔ ان کتب کی اشاعت میں خاص بات یہ ہے۔ کہ اعلی انڈونیشین پیپر استعمال کیا گیا ہے۔ بائنڈنگ اور چھپائی نہایت عمدہ ہے۔ جس کا اندازہ آپ کتاب دیکھ کر بخوبی لگا سکتے ہیں۔ کتب کی تفصیل درج ذیل ہے۔

① امداد الفتاح شرح نور الایضاح (عربی) صفحات 728

② اللباب فی شرح الکتاب مع التصحیح والترجیح (عربی شرح قدوری) تقریبا 1182

③ سبع معلقات (عربی) ،528 صفحات تقریبا

④ ایمان کی حفاظت اردو

⑤ فتاوی اویسیہ جلد اول، اردو

⑥ اسلام اور داڑھی

⑦ الفضل الموھبی مع التسہیل

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے
کے فضائل و برکات اور مختصر و جامع درود کے صیغوں پر مشتمل عشق و محبت
سے لبریز ایک انمول اور بے مثل کتاب

رحمتوں کی برسات

تالیف: مفتی محمد قاسم قادری

جائز اور ناجائز امور سے متعلق اہم ترین مسائل پر مشتمل
ایک مفید کتاب فتاویٰ رضویہ اور دیگر علماء اہلسنت کے ہزاروں فتاویٰ
کے خلاصے پر مشتمل ایک ضخیم مجموعہ

مسائل شریعت

تالیف: مفتی محمد قاسم قادری

ناشر: صدیقی پبلیشر کراچی

ملنے کا پتہ: مکتبہ قادریہ پرانی سبزی منڈی، نزد عسکری پارک کراچی۔

Ph: 0300-2292637, 021-6038347